هفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

07

www.tanzeem.org

11 تا 17 ربیع الاول 1432ھ/ 15 تا 21 فروری 2011ء

انسانیت کی نجات رحمۃٌ للعالمینﷺ کی پیروی میں ہے

انسان کا علم ایک ایسی حد پر ختم ہو جاتا ہے جس سے آگے کے مسائل فقط انسانی جستجو سے حل نہیں ہو سکتے۔ جب پیچیدہ معاشرتی مسائل کا حل معلومات سے فراہم نہیں ہوتا تو اس وقت انسان کو کائنات کی اس فطری ہدایت کی جانب سے راہنمائی کی حاجت ہوتی ہے جس کا پیغام صرف نبی بتا سکتے ہیں۔ جہاں علم کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے نبوت کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن ابتدائے آفرینش سے علم کی سرحد آگے ہی آگے بڑھتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ خالق کائنات کو ایک حد تک پہنچ کر نبوت کی سرحد ختم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذاتِ اقدس میں کائنات کے لیے ایک ایسا اُسوۂ کاملہ وجود میں آ گیا جس کی کامل رہنمائی سے زندگی کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ حضورﷺ نے ہر لحاظ سے رضائے الٰہی کے حصول کا مکمل نمونہ پیش کیا۔ بحیثیت ایک جج، بحیثیت ایک کمانڈر اِن چیف، بحیثیت ایک مُعلّم اخلاق، بحیثیت ایک مصلح معاشرہ، بحیثیت ایک قانون ساز، بحیثیت ایک ماہرِ معاشیات واقتصادیات، غرضیکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو سے حضورﷺ کی قائدانہ صلاحیتیں اس مقام پر ہیں کہ انسانیت اپنی تکمیل کے لیے ہر وقت انہیں ذروۂ کمال پر دیکھے گی۔ بلکہ مقامِ نبوت کی وسعتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انسانی ترقی کے لیے دامن کھلا رکھیں گی۔

ہر کُجا بینی جہانِ رنگ و بو　　آنکہ از خاکش بروید آرزو!
یا ز نُورِ مصطفیٰ اُو را بہاست　　یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است
خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است　　رحمۃٌ للعالمینی انتہا است

مولانا عبدالستار خان

اس شمارے میں

لبرل ازم کا لبادہ

نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات

اہل ایمان سے تمسخرو استہزا

ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور صدائے انقلاب

حیات انسانی کے پانچ ادوار اور ایجاد وابداع عالم

دوڑو اللہ کی طرف!

اشرف العلماء مولانا عبدالرحمٰن اشرفی کی رحلت

روشن خیال نازی

سورۃ التوبہ

(آیات:91 تا 93)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

’’نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ موجود نہیں (کہ شریک جہاد ہوں یعنی) جبکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے خیر اندیش (اور دل سے اُن کے ساتھ) ہوں۔ نیکوکاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں ہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (الزام) ہے کہ تمہارے پاس آئے کہ ان کو سواری دو اور تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کروں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہ تھا، ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو دولت مند ہیں اور (پھر) تم سے اجازت طلب کرتے ہیں (یعنی اس بات سے) خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ) رہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ پس وہ سمجھتے ہی نہیں۔‘‘

پیچھے فرمایا تھا کہ جو لوگ بیٹھ رہے، جنگ میں شرکت نہیں کی، جھوٹے بہانے گھڑتے رہے، اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اب اس سلسلہ میں یہ واضح کیا کہ کمزوروں اور بیماروں کا یہ معاملہ نہیں ہے، نہ ان پر کوئی ملامت ہے۔ اسی طرح جن کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ وہ سفر کا خرچ برداشت کریں، نہ اُن کے پاس کوئی سواری ہے۔ (ضروری ہے کہ چار آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تو ہو۔) پس ایسے بے سروسامان لوگوں پر بھی کوئی گناہ یا الزام نہیں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مخلص ہوں اور حقیقتاً وہ ضعیف، کمزور اور بیمار ہوں اور اُن کے پاس وسائل نہ ہوں۔ اور نہ اُن پر کوئی گرفت ہے جو درجہ احسان کو پہنچے ہوئے ہیں اور اللہ غفور رحیم ہے۔

اور نہ ہی ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تا کہ آپؐ ان کے لیے سواری کا انتظام کر دیں، تو آپؐ نے ان کو یہ جواب دیا کہ میرے پاس بھی سواری کا کوئی انتظام نہیں، کوئی ایسی چیز نہیں جس پر آپ کو سوار کر سکوں، تو وہ مجبوراً واپس لوٹ گئے اس حال میں کہ ان کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے اس رنج وغم کی وجہ سے کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں اور نہ وہ اپنے لیے کسی سواری کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ ایک تو یہ لوگ ہیں کہ جو مجبوری کی بنا پر رک رہے ہیں اور اس قدر افسردہ ہیں کہ رو رہے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ ان کے پاس سب کچھ موجود ہے، وسائل و ذرائع ہیں لیکن چلنے کو تیار نہیں۔ ملامت والزام تو ان مالدار لوگوں پر ہے جو وسائل رکھتے ہیں پھر بھی آپؐ سے رخصت مانگتے ہیں۔ دراصل وہ اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ وہ پیچھے رہنے والی خواتین ہی کے ساتھ ساتھ ہو جائیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اور اب وہ صحیح علم سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔

فرمان نبویؐ

دنیا سے محبت کا نقصان

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی)) (رواہ احمد)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص دنیا سے پیار کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے، اور جو شخص آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرور بگاڑتا ہے۔ لوگو! دائمی کو عارضی پر ترجیح دو۔‘‘

تشریح: دنیا فانی ہے۔ اس جہانِ رنگ و بو میں پیدا ہونے والا انسان آخر کتنی عمر پاتا ہے؟ آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ اس کی نعمتیں لازوال اور ابدی ہیں۔ وہاں کسی پر موت نہ آئے گی۔ جو لوگ دنیا کی چند روزہ زندگی میں ہر طرح کے مادی فائدے اور عیش و آرام کے اسباب مہیا کر لیتے ہیں وہ آخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور جن کی تگ و دو کا ہدف یہ ہو کہ ’’اللہ کے لیے جینا ہے اور آخرت کی زندگی میں کامیاب ہونا ہے‘‘ وہ دنیا پرستوں کی طرح خوشحال نہیں ہو سکتے۔ وہ ہر طرح کی تکلیف اور نقصان تو برداشت کر سکتے ہیں لیکن کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو اللہ کے غضب کو دعوت دینے والا ہو۔

تا خلافت کی بنا ٔ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

11 تا 17 ربیع الاول 1432ھ — جلد 20
15 تا 21 فروری 2011ء — شمارہ 7

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لبرل ازم کا لبادہ

مشرف دور سے پہلے جب ہم اپنے لبرل اور سیکولر دانشوروں کو دیکھتے، سنتے اور پڑھتے تو دل میں کڑھن پیدا ہوتی تھی اور اُن کے خیالات و نظریات سے ٹپکنے والی گمراہی سے ہمیں بہت دکھ ہوتا تھا۔ ایسے ہی جیسے کسی ایک بھائی کے گمراہ ہونے پر دوسرے بھائی کو ہونا چاہیے۔ اُن کے نظریات سے اُن کی شخصیات کا جو ہیولا بنتا تھا اُسے صحیح تر الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے ہمیں بڑی جھجک سی محسوس ہوتی بلکہ یہ تک احساس ہوتا تھا کہ اس کا اظہار کرنے سے کہیں ہم گناہ کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اکثر صرفِ نظر اور صبر سے کام لیتے تھے۔ لیکن نائن الیون اور امریکہ کے افغانستان پر حملہ کے بعد اُنہوں نے جو طرزِ عمل اور وطیرہ اختیار کیا اور اُن کی ڈھٹائی اور بے شرمی بلکہ بے غیرتی جس طرح منظر عام پر آئی ہے اب ہم اُنہیں بے نقاب کرنا اپنا قومی اور ملّی ہی نہیں دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حالات و واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ اُن کا اصل ہدف دینِ اسلام ہے، وہ عام مسلمان کے شدید ردِ عمل کے خوف سے دین اسلام پر براہِ راست اور بلا واسطہ حملہ کرنے سے گریز کرتے ہیں، وہ کبھی داڑھی اور پردہ جیسے دینی شعائر کا استہزا کرتے ہیں، کبھی شرعی سزاؤں کے بارے میں بیہودہ کلمات کہتے ہیں، کبھی علماء پر تنقید کی آڑ میں دینِ متین کے بارے میں نازیبا الفاظ کہہ دیتے ہیں اور کبھی جہاد جیسے ایمان کے رکن کے بارے میں اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے ہیں۔ اِن حوالوں سے جب علمائے حق اُنہیں منہ توڑ جواب دیتے ہیں تو وہ منکرین حدیث کے کیمپ میں پناہ گزین ہو جاتے ہیں۔ ہم نے اتنی بڑی بات یونہی نہیں کہہ دی کہ ہمارے سیکولر اور نام نہاد لبرل دانشور کا اصل ٹارگٹ دینِ اسلام ہے، تاریخ کے آئینے میں اُن کا اصل چہرہ پہچان کر بڑے وثوق سے کہی ہے۔ جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو افغانوں نے اپنی روایات کے مطابق اُس کی مزاحمت کی۔ افغانیوں کی حکمتِ عملی یہ ہے کہ وہ اپنی پسماندگی، وسائل کی کمی اور جدید ٹیکنالوجی سے ناواقفیت کی بنا پر کبھی جارح کا مقابلہ کھلے میدان میں کھلی جنگ سے نہیں کرتے۔ اِسی لیے جارح کو فوری طور پر افغانستان پر قبضہ کرنے میں کوئی بہت زیادہ دقت نہیں ہوتی، لیکن جلد ہی قابض و غاصب قوت کے پاؤں جلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہی کچھ سوویت یونین کے ساتھ ہوا۔ اُس وقت چونکہ امریکہ اور سوویت یونین میں طاقت کے توازن کے حوالہ سے زبردست جھگڑا تھا، جونہی امریکہ نے محسوس کیا کہ افغان مجاہدین نے گوریلا جنگ سے سوویت فوجوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا ہے امریکہ نے مجاہدین کی مالی، اسلحی اور اخلاقی مدد شروع کر دی۔ اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمان ممالک میں جہاد کا ڈھنڈورا پیٹا اور مجاہدین کو افغانستان میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ پاکستان میں اُس وقت جنرل ضیاء الحق کی حکومت تھی، جن کے اسلامی رجحان سے سب واقف تھے۔ اُنہوں نے دل کھول کر مجاہدین کی مدد کی۔ اِس پر جب ہمارے لبرل اور سیکولر دانشوروں نے خوب شور و غوغا کیا اور واویلا مچایا تو ہمارا موقف یہ تھا کہ اگرچہ اِن لوگوں کا یہ واویلا قومی اور ملی مفاد کے خلاف ہے اور ہمیں اس کا افسوس ہے لیکن اِن کی امریکہ دشمنی اور کمیونسٹوں سے دوستی اور بھائی چارہ روزِ اوّل سے ہے۔ لہٰذا اس حوالہ سے اُن کا رویہ اور طرزِ عمل اپنے پرانے موقف کے عین مطابق ہے، وہ امریکہ کو عالمی سامراج اور اُس کے سرمایہ دارانہ نظام کو تمام دنیا کے مسائل اور تکالیف بلکہ عیوب اور فساد کی جڑ سمجھتے ہیں۔

وہ سمجھتے تھے کہ افغانستان میں سوویت یونین کی ناکامی اور امریکہ کی کامیابی ایک ظالمانہ سرمایہ پرست نظام کی کامیابی ہوگی جس سے دنیا کے غریب کی زندگی مزید تنگ ہو جائے گی، جب کہ پاکستان کی مذہبی اور دینی جماعتوں نے سوویت یونین کی جارحیت کی شدید مخالفت کی اور امریکی و پاکستانی حکومت کے موقف کی بھرپور حمایت کی، بلکہ اپنے رضا کار افغانستان میں گوریلا جنگ کے لیے پیش کیے، کیونکہ وہ سوویت یونین کو مذہب دشمن اور کمیونزم کو ایک ملحدانہ نظام سمجھتے تھے۔ یعنی اُنہوں نے اس جنگ کو خدا کو ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان جنگ قرار دیا۔ اس سارے پس منظر میں پاکستان میں لیفٹ اور رائٹ دونوں دھڑوں کا موقف اپنے اپنے نظریہ کے مطابق تھا۔ اگرچہ لبرل دانشوروں پر یہ الزام کافی حد تک درست تھا کہ وہ جارح اور غاصب قوت کا ساتھ دے رہے ہیں

اور مظلوم کے مقابلے میں ظالم کا ساتھ دے رہے ہیں۔ لبرل اور سیکولر عناصر کا یہ کہنا تھا کہ نام نہاد مسلمان ایک ایسے سرمایہ پرست نظام کا ساتھ دے رہے ہیں جو اسلام کے بنیادی نظریات، مساوات، آزادی اور اخوت کی نفی کرتا ہے۔ اس دلیل میں بھی کچھ نہ کچھ وزن تھا لہٰذا ہمارا موقف اُس وقت بھی یہ تھا کہ یہ لوگ امریکہ کو جو کچھ چاہیں کہیں لیکن اس کی آڑ میں اسلامی شعائر پر گولہ باری نہ کریں اور اِس حوالہ سے اپنا منہ بند رکھیں۔ افغانستان کی جنگ ختم ہوئی، سوویت یونین شکست و ریخت کا شکار ہوا اور کیمونزم کا دنیا بھر سے جنازہ نکلا، جس پر سیکولر اور لبرل لوگ بڑے تلملائے اور سینہ کے زخم چھپائے کونوں کھدروں میں دبک گئے۔ مشرف کتوں کو گود لیے جب پاکستان پر مسلط ہوا، آزادی اور روشن خیالی کے نام سے اُس نے اپنے اور اپنے جیسے آزاد منش لوگوں کے سِفلی جذبات کی تسکین کے لیے بے حیائی اور فحاشی کے چلن کو عام کیا تو اِن نام نہاد لبرل دانشوروں نے پھر پُرزے نکالنے شروع کیے۔ یہاں تک کہ روشن خیالی کے نشے میں ایسے بہکے اور علماء کرام پر تبرے بھیجے اور لفظ مولوی کی وہ درگت بنانے لگے کہ غیر مسلم بھی شرماتے ہوں گے۔ بہرحال نائن الیون کے بعد یہ کھل کر سامنے آ گئے۔ جسمانی طور پر برہنہ رہنا تو ان کی ثقافت کا حصہ ہے، اِن کی ذہنیت اور اصلیت بھی برہنہ ہوگئی۔ یہودیوں اور اسلام دشمن امریکی انتظامیہ کی سب سے پہلے انہوں نے ہاں میں ہاں ملائی کہ یہ افغانستان کے طالبان کی دہشت گردی ہے۔ بعد ازاں جب امریکہ نے نائن الیون کے واقعہ کو جواز بنا کر افغانستان پر حملہ کر دیا اور اس پسماندہ، جدید اسلحہ سے مکمل طور پر محروم اور غریب ملک پر ڈیزی کٹر سے لے کر سمارٹ بموں تک ہر قسم کی وحشیانہ بمباری کی، سول بستیوں کو تہس نہس کر دیا، لاکھوں زندہ انسانوں کو خاک و خون میں ملا دیا، مدرسے، ہسپتال اور مسجدیں راکھ کا ڈھیر بنا دیئے گئے۔ طالبان امریکہ کی وحشت ناک قوت کا سامنا نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا اُنہوں نے جنگی پینترا بدلتے ہوئے شہروں اور دیہاتوں کو خالی کر دیا اور پہاڑوں میں جا کر اپنی روایت کے مطابق گوریلا جنگ شروع کر دی۔ اُس دن سے لے کر آج تک وہ امریکہ جسے عالمی سامراج ہونے کا یہ نام نہاد لبرل دانشور طعنہ دیتے تھے، جس کے سرمایہ دارانہ نظام کو غریب دشمن ہی نہیں انسان دشمن بھی کہتے تھے اور اِن کی ڈکشنری میں جتنی غلاظت موجود ہوتی تھی وہ یہ سب امریکیوں پر انڈیلتے تھے، وہی امریکہ امارت افغانیہ پر حملہ کرتے ہی ان کی آنکھ کا تارا بن گیا۔ اِن کے بے غیرت پیشوا اور لیڈر صدر مشرف نے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگا کر پاکستان کو افغانستان کے خلاف استعمال کرنے کے لیے امریکہ کی جھولی میں ڈال دیا۔ اب اُسی امریکہ کا ایک شہری چاہے اُس کا تعلق بلیک واٹر سے ہو، اُنہیں تب بھی عزیز ہے اگر وہ راہ چلتے پاکستانیوں کو گولیوں سے بھون دے یا اپنی تیز رفتار گاڑی سے کچل کر رکھ دے۔ اس لیے کہ اب امریکہ ان کا محسن ہے۔ اُس نے اِن کے دشمن اُن طالبان کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی ہے جو افغانستان کو امارتِ اسلامیہ بنانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ اِن نام نہاد لبرل اور سیکولر عناصر کو کیمونزم سے کوئی محبت نہیں تھی۔ انہیں سرمایہ پرستی اور غریب مار پالیسیوں سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ ان کی حقیقی اور اصل دشمنی اسلام سے تھی جو اب کھل کر اور واضح ہو کر سامنے آ گئی ہے۔ اِن عناصر نے لبرل ازم کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ حقیقت میں یہ بہروپیے ہر اُس وقت کے ساتھی ہیں جو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلے۔ وہ روس ہو یا امریکہ، بھارت ہو یا اسرائیل، جو ریاستی دہشت گردی سے مسلمانوں کو خون میں نہلاتے ہیں۔ گویا اصلاً یہ صرف مسلمانوں کے دشمنوں کے دوست ہیں۔ لہٰذا ہم بھی اعلان کیے دیتے ہیں کہ ہمیں اسلام سے عزیز کوئی شے نہیں، نہ اپنی جند جان، نہ اپنا مال، اولاد نہ اپنا گھر بار، حتیٰ کہ زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے جو کچھ بھی ہے اللہ، رسولؐ، قرآن اور اقوالِ رسولؐ کے سامنے ہیچ اور کمتر ہیں۔ اصل رشتہ کلمہ رسول کا رشتہ ہے، اس کے سامنے خونی رشتوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ ہمارے اسلاف نے ہمیں یہی سکھایا ہے اور یہی ہمارے خون میں رچا بسا ہے۔ لہٰذا یہ مادر پدر لبرل کان کھول کر سن لیں کہ اگر اُنہوں نے اسلام دشمنی کا رویہ ترک نہ کیا اور اگر اُنہوں نے مملکت خداداد پاکستان کو بے حیائی اور فحاشی کا اڈہ بنانے کی کوشش ترک نہ کی اور اگر اُنہوں نے شعائر دینی کے خلاف اپنی زبانیں بند نہ کیں اور اگر اُنہوں نے پاکستان میں سود، جوئے اور شراب و کباب کا سلسلہ بند نہ کیا تو اُن کا بھی وہی حشر ہوگا جو مصر، تیونس اور یمن کے لبرل فاشسٹ حکمرانوں کا عرب میں ہو رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ کیمونزم، کیپیٹل ازم اور لبرل ازم کا قبرستان پاکستان اور افغانستان میں ہی بنے گا۔

بیانیہ مجلس اسرار

نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات

اس دَور میں نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات کا محاذ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس ضمن میں عام لوگوں کی نفس پرستی اتنی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس لیے کہ اس نفس پرستی کا تعلق زیادہ تر افراد کی اپنی ذاتی زندگی سے ہے لیکن ہمارے یہاں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس نے اسے باقاعدہ ایک منظم ادارے (institution) کی شکل دے رکھی ہے اور کلچر اور ثقافت کے نام پر منکرات و فواحش کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ایک مسلمان کے دل میں اباحیت اور منکرات سے جو بُعد اور نفور ہوتا تھا اور حرام چیزوں کے خلاف دل میں جو جذبہ نفرت ہوتا تھا اسے ثقافتی طائفوں' ریڈیو اور ٹی وی ڈراموں' راگ و رنگ کی محفلوں اور تعلیمی' کاروباری' دفتری اور صنعتی اداروں میں مرد و زن کے مخلوط طریق کار کے ذریعے ختم کر دیا گیا ہے۔ اور اس سارے نظام کو ایک طرف اباحیت پسند طبقے کی اور دوسری طرف خود سرکاری سطح پر سرپرستی حاصل ہے۔ اس کو تہذیب' ثقافت' فنونِ لطیفہ اور مرد و زن کی مساوات کے خوشنما نام دیے گئے ہیں۔ اب بے پردگی' نیم عریانی' خواتین کی رنگین و مزین تصاویر کو تہذیب و تمدن کی ناگزیر ضرورت قرار دیا گیا ہے اور اس طرح عورت کو چراغ خانہ سے شمع محفل اور اس سے بڑھ کر اشتہاری جنس بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہمارے اخبارات و رسائل (اِلّا ماشاء اللہ) اور دوسرے ذرائع ابلاغ (الیکٹرانک میڈیا) اس میں مسابقت کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کو وقت اور زمانے کا تقاضا سمجھ لیا گیا ہے۔ دین تو رہا ایک طرف' ہماری جو معاشرتی' تہذیبی اور مجلسی اقدار تھیں اُن سب کو بھی پامال کیا جا رہا ہے۔

جو لوگ یہ سب کچھ کر رہے ہیں وہ اگرچہ اقلیت پر مشتمل ہیں لیکن بدقسمتی سے ان کا ذرائع ابلاغ پر پوری طرح غلبہ اور تسلط ہے۔ اس اقلیتی گروہ نے کچھ وقتی تقاضوں اور کچھ لوگوں کے دینی رجحان کے پیش نظر ان ذرائع ابلاغ کا کچھ حصہ اسلامی اور دینی پروگراموں کے لیے بھی مخصوص کر رکھا ہے جو اکثر و بیشتر محض بہلاوے اور دکھاوے کے لیے ہوتے ہیں اور بڑی چابکدستی' ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے احتیاط یہ برتی جاتی ہے کہ کہیں کوئی ایسا کام نہ ہو جائے کہ ان ذرائع ابلاغ سے عوام الناس تک دین کا حقیقی پیغام پہنچ جائے۔ مبادا اعجازِ قرآنی لوگوں کے اذہان و قلوب میں نفوذ کر کے ان کو مسخر کر لے۔ یہ وہی خوف ہے جس کا اظہار علامہ اقبال مرحوم نے اپنی نظم ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' میں ابلیس کی زبان سے اس طرح کرایا ہے:

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں!

منافقانہ کردار کی ایک اور جہت

اہل ایمان سے تمسخر و استہزا

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 4 فروری 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ التوبہ کی آیات 79 اور 80 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

سورۂ توبہ کے دو رکوع ہمارے زیر مطالعہ ہیں۔ ہم نے نویں رکوع اور دسویں رکوع کی چند آیات کا مطالعہ کرلیا ہے۔ ہمارا موضوع کیا ہے؟ منافقانہ طرزِ عمل منافقانہ رویے۔ منافق کلمہ گو اور مسلم سوسائٹی کا حصہ ہوتا ہے۔ اس کی پیشانی پر یہ الفاظ کندہ نہیں ہوتے کہ یہ منافق ہے۔ وہ بھی اپنے اسلام کا اسی طرح دعویٰ کرتا ہے جیسے دوسرے مسلمان کرتے ہیں۔ وہ بھی اپنے آپ کو محبِ رسول اور عاشق رسول کہتا ہے۔ زبانی کلامی وہ کسی دوسرے سے کم نہیں ہوتا۔ مومن اور منافق میں اصل فرق رویوں کا ہوتا ہے۔ بعض چیزیں تو وہ ہیں جو انسان کی کوتاہیوں میں سے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا۔ اُس سے روزے رکھنے میں کوتاہی ہورہی ہے۔ حرام کھا رہا ہے۔ مگر اُس کا ضمیر اُس پر اُسے ملامت کرتا ہے کہ تم حرام کھا رہے ہو۔ اُس کے اندر اپنے گناہ سے بچنے کی سوچ اور فکر موجود ہوتی ہے کہ اللہ کرے مجھے اس سے نجات مل جائے۔ یہ جو اندر ایک احساسِ گناہ موجود ہے، یہ اس بات کا مظہر ہے کہ ایمان کی حرارت ابھی موجود ہے اور انسان کی یہ عملی کوتاہی ایمان کی کمزوری علامت ہے۔ یہ نفاق نہیں ہے۔ نفاق ایک خاص سوچ کا نام ہے۔ یہ وہ منفی سوچ ہے جو اسلام کے بارے میں، نبیؐ کی سنتوں کے بارے میں، آپؐ کے طرزِ حیات کے بارے میں، آپؐ کے حوالے سے مسلمانوں کے عقائد کے بارے میں ذہنوں میں پائی جاتی ہے۔ اس سوچ کے حامل لوگ مسلمان معاشرے میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ خود نبی اکرم ﷺ کے دور میں ایسے لوگ موجود تھے۔ پچھلی مرتبہ آیات 75 تا 78 کی روشنی میں ایک خاص قسم کے منافقین کا تذکرہ ہوا تھا، اور بتایا گیا تھا کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی خاص گناہ کی پاداش میں سزا کے طور پر بھی دلوں میں ایمان کی جگہ نفاق کھبا دیتا ہے۔ اور وہ گناہ کون سے ہیں؟ وعدہ خلافی اور جھوٹ۔ جب اللہ سے یہ وعدہ کیا جائے کہ پروردگار تو میرا یہ کام کردے، مجھ پر یہ احسان کردے، بظاہر ایک چیز مشکل نظر آرہی ہو اور اُس کے حصول کے لیے اللہ سے مدد مانگی جائے کہ پروردگار تو ہمیں یہ چیز دے دے تو ہم یہ یہ کچھ کریں گے، ہم تیرا شکر ادا کریں گے، تیری نعمت کا حق ادا کریں گے، تیرے فرمانبردار بن کر رہیں گے۔ اور پھر جب وہ نعمت مل جائے تو انسان اس وعدے کو بھول جائے۔ تو ایسے لوگوں کے دلوں میں اللہ سزا کے طور پر نفاق ڈال دیتا ہے۔ یہ نفاق جو سزا کے طور پر دل میں راسخ کردیا جاتا ہے، اس وقت تک رہتا ہے جب وہ اللہ سے ملاقات کریں گے۔ یہ دنیا میں ان کی بدعملی کی نقد سزا ہوتی ہے۔ اصل سزا آخرت میں ملے گی۔ ثعلبہ بن حاطب نے بھی کہا تھا کہ یا رسول اللہ! میرے لیے دعا فرمائیں کہ میرے مال میں اضافہ ہو، اس میں برکت ہو، پھر آپ دیکھیں گے کہ میں خوب صدقہ و خیرات کروں گا اور ایمان کے تقاضے پورے کروں گا۔ ہم مسلمانانِ پاکستان نے بھی آزادی سے قبل اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ پروردگار! ہم ہندو اور انگریز دونوں کی غلامی کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ہمیں آزاد خطۂ زمین عطا کردے، ہم اُس میں تیرا دین نافذ کریں گے۔ اللہ نے ہمیں آزادی عطا کردی، تاکہ دیکھے کہ ہم اُس کے ساتھ وفاداری کرتے ہیں یا نہیں۔ نفاذِ اسلام کا وعدہ وفا کرتے ہیں یا عہد شکنی کرتے ہیں۔ دنیا دارالامتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی دے کر آزماتا ہے۔ اللہ نے ہمیں غلبہ و حکومت دے کر آزمایا۔ سورۂ یونس میں فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴﴾ (سورۂ یونس)

”پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔“

مگر ہم آزمائش پر پورا نہ اُترے۔ ہم نے اپنے عہد کی خلاف ورزی کی۔ ہم آج کل یہ تو کہتے ہیں کہ پاکستان پر اللہ کا عذاب مسلط ہے، مگر یہ نہیں دیکھتے کہ یہ عذاب کس بنا پر ہے۔ ہمارا اصل جرم کیا ہے؟ ہمارا اصل جرم یہ ہے کہ ہم نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا، اُسے پورا نہیں کیا۔ اللہ نے ہمارے وعدے پر ہمیں یہ ملک معجزانہ طور پر عطا کیا۔ ورنہ عالم اسباب میں اس کے قیام کا کوئی امکان نہیں تھا۔ جو لوگ حقائق جانتے ہیں، وہ اس بات کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ انگریز ہمارا حاکم تھا اور وہ پاکستان کے قیام کا سخت مخالف تھا۔ ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ اور برصغیر کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کانگریس بھی تقسیم ہند کی سخت مخالف تھی۔ کانگریس میں صرف ہندو ہی نہیں تھے۔ مسلمانوں کے بھی بڑے بڑے لوگ بھی شامل تھے۔ اس پس منظر

میں مسلم لیگ کی کہیں کوئی شنوائی نہیں تھی۔ ان حالات کے باوجود پاکستان کا قائم ہوجانا یقیناً معجزہ تھا۔ اب جبکہ ہم عذاب کی گرفت میں ہیں تو یہ تجزیہ درست نہیں کہ سارا قصور ہمارے حکمرانوں کا ہے، ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں حکمران اچھے نہیں ملے، زوال اور خرابی فلاں وجہ سے ہے، ہمارے خلاف غیروں نے سازش کی وغیرہ وغیرہ۔ اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنا جرم ماننے کو تیار نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بحیثیت قوم ہم سب مجرم ہیں، الاماشاءاللہ۔ ہم نے عہد شکنی اور اسلام سے غداری کی ہے۔ ہم بظاہر جو کچھ بھی کہیں اللہ خوب جانتا ہے کہ ہمارے اندر کیا ہے اور ہم ظاہر کیا کر رہے ہو۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے سارے اضمحلال اور بگاڑ کا اصل سبب یہاں اللہ کے دین، اللہ کی شریعت کا قائم و نافذ نہ ہونا ہے۔ علاج صرف ایک ہے اور وہ ہے نفاذِ اسلام۔ پاکستان کا استحکام اور سالمیت صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ یہ ملک تبھی مستحکم ہوگا جب ہم اسلام نافذ کریں گے، ورنہ ہمارے حالات میں مزید ابتری آئے گی۔ افسوس کہ بجائے اس کے کہ ہمارے دانشور قوم کو اللہ سے کیا گیا وعدہ یاد دلاتے، وہ نظریۂ پاکستان اور دو قومی نظریہ ہی کا انکار کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس ملک کے حوالے سے اپنے وعدے کیونکر پورا کریں گے، جبکہ وہ وعدے کے ہی منکر ہیں۔

اگلی آیات میں جن کا ہم آج مطالعہ کر رہے ہیں منافقانہ کردار کی ایک خاص جہت یعنی سچے اہل ایمان کے ساتھ تمسخر و استہزا کا ذکر ہے اور نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ ان منافقوں کا جرم اتنا سنگین ہے کہ ان کے لیے کسی طور بخشش نہیں۔ فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۹﴾﴾ (التوبۃ)

”جو (ذی استطاعت) مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور (بے چارے غریب) صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے ہیں (اور اس تھوڑی سی کمائی میں سے بھی خرچ کرتے) ہیں ان پر جو (منافق) طعن کرتے اور ہنستے ہیں اللہ ان پر ہنستا ہے۔ اور ان کے لئے تکلیف دینے والا عذاب (تیار) ہے۔“

ان آیات کے سیاق کلام میں وہی بات ہے جس کا پیچھے ذکر ہو رہا ہے یعنی غزوۂ تبوک کے حوالے سے منافقین کا کردار۔ لیکن ایک کردار کی عمومی انداز میں نقشہ کشی ہے۔ یہ کردار ہر جگہ اور ہر دور میں پایا جاتا ہے۔ یہ ذہنیت آج بھی آپ کو نظر آئے گی۔ چنانچہ جو شخص دین کا کام بڑھ چڑھ کر کر رہا ہو، وقت، مال اور جان کا انفاق کر رہا ہو، اُس کے بارے میں فقرے چست کیے جائیں گے۔ یہ لوگ کسی کو نہیں چھوڑتے۔ کوئی زیادہ کام کر رہا یا تھوڑا کام کر رہا ہے، یہ ہر ایک کو استہزا کا نشانہ بناتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُن کا مذاق اُڑا رہا ہے۔ درحقیقت یہ سمجھتے نہیں ہیں۔ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اسلام کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ اور جب دیکھتے ہیں کہ کوئی فوری پکڑ نہیں آتی تو اُن کی جسارتیں اور بڑھ جاتی ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ اُن کو ڈھیل دی جا رہی ہے۔ آخرکار اُن کو سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ کسی طور بچ نہیں سکیں گے۔

غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کا مقابلہ رومن امپائر سے تھا۔ آپ ؐ نے اِسی غزوہ کی تیاری کے موقع پر دو باتوں کا خاص طور پر اہتمام فرمایا۔ ایک یہ کہ نفیر عام کی گئی۔ یعنی ہر مسلمان جو لڑنے کے قابل ہے، جس کو عذر شرعی نہیں ہے، اس غزوہ میں ضرور جائے۔ کوئی بھی گھر میں بیٹھا نہ رہے۔ دوسرے ہر مسلمان زیادہ سے زیادہ انفاق کرے۔ ظاہر ہے اس موقع پر اس کی شدید ضرورت تھی۔ تبوک کے لیے 600 کلومیٹر سے زیادہ طویل سفر درپیش تھا۔ تیس ہزار کا لشکر جا رہا تھا۔ مہینوں کی مسافت تھی۔ شدید ترین گرمی پڑ رہی تھی۔ اللہ کی طرف سے ہم بہت سخت آزمائش تھی۔ اِسی لیے اِس کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں۔

اِس آیت کے شانِ نزول میں ایک خاص واقعہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں کیا سوچتے تھے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے بارے میں کس قسم کے منفی خیالات رکھتے اور باتیں کرتے تھے۔ واقعہ یوں ہے کہ غزوۂ تبوک کے لیے رسول اللہ ﷺ نے انفاق فی سبیل اللہ پر لوگوں کو اُبھارا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کا آدھا مال لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا مال پیش کر دیا۔ عبدالرحمٰن ؓ بن عوف چار ہزار لائے اور کہا: یارسول اللہ میرا مال آٹھ ہزار ہے۔ میں نصف لے آیا ہوں اور نصف روک لیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تجھے برکت دے اُس میں بھی جو تو نے روکا اور اس میں بھی جو تو نے دیا۔ ابوعقیل رضی اللہ عنہ جنہوں نے رات بھر ایک یہودی

حافظ عاکف سعید

پریس ریلیز: 4/ فروری 2011ء

پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہ بنانے پر ہم پر منافقت طاری ہوگئی

حکومت امریکی عزائم کے سامنے ڈٹ جائے، ساری قوم اُس کی پشت پر ہوگی

حالات وواقعات کے جبر نے حکومتِ پاکستان کو امریکہ کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ جب انسان اللہ سے کئے گئے وعدہ سے منحرف ہوجاتا ہے تو اللہ اُس کے دل سے ایمان حبط کر کے اُس میں منافقت بھر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اُس پر خالق کی بجائے مخلوق کا خوف طاری ہوجاتا ہے۔ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہ بنانے پر ہم پر بھی منافقت طاری ہوگئی اور ہم نے عالمی قوتوں کے خوف سے افغان طالبان کے حق پر ہونے کے باوجود سپریم پاور آف دی ورلڈ امریکہ کا ساتھ دیا۔ لیکن آج یہی امریکہ ہمیں دھمکا رہا ہے اور ہماری سلامتی کا دشمن بنا ہوا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ریمنڈ ڈیوس کی گرفتاری کے بعد افغان باڈر پر پاک فوج سے جھڑپیں ظاہر کرتی ہیں کہ امریکہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کسی بھی قدم سے گریز نہیں کرے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے اب بھی امریکی جارحیت کو منہ توڑ جواب دینے کی بجائے اُس کے ناجائز مطالبات کو تسلیم کر لیا تو یہ ملکی سلامتی کے حوالہ سے خودکشی کے مترادف ہوگا۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت امریکی عزائم کے سامنے ڈٹ جائے تو ساری قوم اُس کی پشت پر ہوگی۔

[جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان]

کے باغ میں مزدوری کی۔ انہیں اجرت میں دو صاع کھجوریں ملیں۔ اُن میں سے ایک صاع کھجور لائے اور بولے: یارسول اللہ! مجھ کو دو صاع کھجور ملی تھی، ایک صاع کو میں اپنے رب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور ایک صاع اپنے عیال کے لیے روک لی ہے۔ منافقوں نے ان دونوں حضرات کے متعلق کہا کہ: ابن عوف نے تو جو کچھ دیا ہے، بطورِ ریا کاری دیا ہے، اور ابو عقیل کی ایک صاع کھجور سے کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ غنی نہیں تھے؟ دیکھو، اس ایک صاع کے بغیر تو یہ مہم سر ہی نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ ہے وہ گھٹیا ذہنیت جس کا یہاں ذکر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس ذہنیت کا اپنے عمل سے رد فرمایا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ ابو عقیل کی کھجوروں کو پورے ڈھیر کے اوپر بکھیر دیا جائے۔ یہ پورے ڈھیر پر حاوی ہیں۔ اللہ کی نگاہ میں اُن کی قدر و قیمت سارے مال سے بڑھ کر ہے۔ تبوک کے سفر کے دوران بھی منافقین کی جانب سے استہزائیہ جملے کہے گئے۔ اس کا ذکر اِس سورت کے آٹھویں رکوع آیات 64،65 میں بایں الفاظ آیا ہے۔ فرمایا: ''منافقین ڈرتے ہیں کہ اُن (کے پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اُتر آئے کہ اُن کے دل کی باتوں کو اُن (مسلمانوں) پر ظاہر کردے۔ کہہ دو کہ ہنسی کیے جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو۔ اللہ اُس کو ضرور ظاہر کردے گا-- اور اگر تم اُن سے اس (تمسخر و استہزاء کے) کے بارے میں دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو کیا تم اللہ اور اُس کی آیتوں اور اُس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے۔'' منافقین نے تبوک کی طرف جاتے ہوئے فتنہ انگیزی کی کوشش کی اور ازراہ تمسخر کہا کہ اِس شخص (محمد ﷺ) کو دیکھو کہ شام کے محلات اور روم کے شہروں کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے رومیوں سے جنگ کو بھی عربوں کی لڑائی قیاس کر رکھا ہے، حالانکہ رومیوں سے کیا مقابلہ۔ دیکھ لینا کل ہم سب رومیوں کے سامنے رسیوں میں باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے۔ (نعوذ باللہ) یہ ہمارے قراء (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پیٹو، جھوٹے اور نامردے کیا روم کی باقاعدہ فوجوں سے جنگ کریں گے۔ منافقین اس قسم کی ہفوات مسلمانوں کو رومیوں سے مرعوب کرنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ جب اُن کی یہ باتیں نبی اکرم ﷺ تک پہنچیں اور آپؐ نے اس پر گرفت فرمائی تو کہنے لگے، ہم سچ مچ ایسا یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ یونہی خوش وقتی اور دل لگی کے لیے یہ باتیں کر رہے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ کیا اِن بدبختوں نے دل لگی کا محل یہ دیکھا ہے کہ خدا اور اُس کے رسول ﷺ کا استہزا اور احکام الٰہی کا استخفاف کریں۔ یہ فعل تو کفر عظیم ہے۔

نائن الیون کے بعد جب امریکہ نے امارت اسلامی افغانستان پر حملہ کیا اور طالبان نے امریکہ کے مزاحمت کا فیصلہ کیا تو اس موقع پر بھی مرض نفاق میں مبتلا لوگوں نے طالبان کے حوالے سے اِسی طرح کا استہزائیہ انداز اپنایا تھا۔ کہا گیا کہ تھا کہ طالبان امریکہ کی عالمی طاقت کا مقابلہ کریں گے، یہ تو انہونی بات ہے، جس کے پاس دنیا کی بہترین ٹیکنالوجی ہے، تربیت یافتہ فوج ہے، دنیا بھر کی طاقتیں ساتھ ہیں۔ پرویز مشرف نے طالبان کے خلاف امریکہ کو اڈے دیئے تو یہی کہا تھا کہ دو ماہ کی بات ہے، طالبان سرنڈر کر جائیں گے، امریکہ کا مقابلہ اُن کے بس کی بات نہیں ہے۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ 9 سال سے طالبان امریکہ کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے امریکہ اور شیطانی اتحاد کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کر رکھا ہے۔ ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ امریکہ کو شکست ہوگئی ہے۔ ہم اہل پاکستان کو طالبان کی سرفروشی، جاں نثاری، اور کامیاب مزاحمت سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ طالبان کی کامیابی کا سبق یہ ہے کہ ہم امریکہ کے سامنے ڈٹ جائیں، اور اُس کے ناجائز مطالبات کو ماننے سے انکار کردیں۔

اگلی آیت ہے:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (التوبۃ)

''تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو (بات ایک ہی ہے) اگر (ان کے لئے) ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اندازہ کیجیے، دعا کرنے والی ہستی کون ہے، محبوب رب العالمین ﷺ۔ مگر منافقت اتنا بھیانک جرم ہے کہ اس کے مرتکب کے حوالے سے فرمایا کہ اے نبی! اگر آپ ستر بار ان لوگوں کے لیے استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں فرمائے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر کیا ہے۔ یہ ظاہراً تو کلمہ پڑھتے رہے، مگر باطن میں یہ کافر ہو چکے ہیں۔ ٹھیک ہے، دنیا میں یہ مسلمان مانے جاتے ہیں کہ کلمہ پڑھتے ہیں اور دینی عقائد کی زبان سے توثیق کرتے ہیں۔ لیکن اللہ کو تو معلوم ہے کہ یہ کافر ہو چکے ہیں اور اللہ ایسے نانجاروں اور باغیوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ مصلوب التوفیق ہیں۔ یہ اِن کا انجام ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ پیش آیا۔ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اُس کے لیے اپنی قمیص مبارک کفن میں دی، اُس کی نماز جنازہ پڑھی اور دُعائے مغفرت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ یہ وہی خبیث ہے جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی غلط حرکات کیں۔ ہمیشہ کفر اور نفاق کا علمبردار بنا رہا۔ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (التوبۃ) آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! مجھ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا بلکہ آزاد رکھا گیا کہ استغفار کروں یا نہ کروں۔ یہ اللہ کا معاملہ ہے کہ معاف کرے یا نہ کرے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے آپؐ نے فرمایا: اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اُس کی مغفرت ہوسکتی ہے تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا۔ گویا اس جملے میں حضور ﷺ نے متنبہ فرمادیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح آپؐ بھی اُس کے حق میں استغفار کو مفید نہیں سمجھتے تھے، ہاں پیغمبرانہ شفقت اور رحمۃ للعالمینی کا اظہار فرما رہے تھے۔ لیکن اگلے رکوع میں وہ وحی آگئی کہ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ﴾ (آیت: 84) ''اور (اے پیغمبر ﷺ) ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھنا نہ اس کی قبر پر جا کر کھڑے ہونا۔'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صریح طور پر منافقین کا جنازہ پڑھنے اور اُن کے اہتمام کفن دفن وغیرہ سے ممانعت فرمادی۔ اُس وقت کے بعد سے حضور ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ آپؐ کو یہ معلوم تھا کہ کون کون منافق ہے۔ لہٰذا جب کوئی منافق فوت ہوتا اور آپؐ سے نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی جاتی تو آپؐ فرمادیتے کہ تم خود ہی پڑھ لو۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور صدائے انقلاب

ضمیر اختر خان

مملکت خداداد پاکستان میں بہت سے لوگ آج کل انقلاب کی باتیں کر رہے ہیں۔ سیاست دانوں کے منہ سے تو انقلاب کی بات بالکل اچھی نہیں لگتی۔ ان کا کاروبار ہی Status quo سے چلتا ہے۔ وہ جس انقلاب کی بابت شور مچا رہے ہیں وہ ان کے اقتدار کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ البتہ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اپنے حالیہ کالموں میں جس طرح انقلاب کا شدومد سے ذکر کیا ہے وہ ہمارے لیے باعث حیرت ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے ہماری عقیدت کا سبب صرف پاکستان کو اسلامی دنیا کی ایٹمی قوت بنانا ہی نہیں بلکہ وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان سائنس دان، حُب رسول ﷺ سے مالا مال قلب وذہن اور ملت اسلامیہ کا درد رکھنے کی وجہ سے بھی ہمارے دلوں کی دھڑکن ہیں۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے موجودہ حکمرانوں سے اقتدار کا مطالبہ کر کے ان پر اتمام حجت کر لی تھی۔ جس پُراعتماد لہجے میں انہوں نے صاحبان اقتدار کو چیلنج کیا تھا اس نے بہت سے لوگوں کے دل جیت لیے تھے۔ اگر ہندوستان میں عبدالکلام جیسے شخص کو صدارت کے منصب پر فائز کیا جاسکتا ہے تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان جیسے ذہین وفطین اور انتہائی معاملہ فہم محب وطن کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سربراہی کیوں نہیں سونپی جاسکتی۔ ہمارے سیاست دان اقتدار کے بھوکے ہیں ورنہ ڈاکٹر صاحب جیسے مخلص شخص کو اقتدار حوالے کر کے ملک کے ساتھ خیر خواہی کا حق ادا کر دیتے۔ ڈاکٹر صاحب کا قوم پر قرض ہے۔ دیکھتے ہیں، قوم یہ قرض کب چکاتی ہے۔ اب آتے ہیں انقلاب کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کے موقف کی طرف۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے کالموں میں مختلف انقلابات کا ذکر کیا۔ خاص طور پر فرانسیسی، روسی اور چینی انقلابات کا حوالہ دیا۔ ایک تو ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنی ہے یہ سب انقلابات ایک سوچے سمجھے منصوبے اور ایک لائحۂ عمل کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوئے تھے۔ جس طرح کے انقلاب کی توقع ہمارے سیاست دان پاکستان میں کر رہے ہیں یہ یونہی برپا نہیں ہو گئے تھے۔ کون نہیں جانتا کہ انقلاب فرانس اس فکر کے نتیجے میں رونما ہوا، جو والٹیئر اور روسو جیسے مصنفوں کی تالیفات کے ذریعے تخلیق پایا اور پھیلا، اگرچہ انقلاب عملاً کچھ اور لوگوں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا۔ اسی طرح انقلاب روس کی اساس اُس فکر پر قائم ہوئی جو مارکس نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''ڈاس کیپیٹل'' کے ذریعے پیش کیا اور فعال شخصیت لینن کے ہاتھوں اس کی تکمیل ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ سارے کے سارے انقلابات جزوی تھے یعنی ان کے ذریعے زندگی کے کسی ایک شعبے میں تبدیلی آئی۔ انقلاب فرانس کو لیجیے، اس میں صرف سیاسی سطح پر تبدیلی آئی۔ زندگی کے باقی شعبوں مثلاً معاشرت، معیشت، روحانیت واخلاقیات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ انقلاب روس کے ذریعے صرف معیشت واقتصادیات کے میدان میں اصلاح ہوئی، اس سے قطع نظر کہ فی الواقع انسانیت کا کوئی بھلا ہوا کہ نہیں۔

ڈاکٹر صاحب سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہوگی کہ کامل انقلاب کی مثال تو پوری انسانی تاریخ میں صرف ایک ہی ہے جو نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں آج سے چودہ صدیاں پہلے وقوع پذیر ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ نسل انسانی کی پوری تاریخ میں کوئی دوسری مثال موجود نہیں ہے کہ کسی ایک ہی شخص نے انقلابی فکر بھی پیش کیا ہو، پھر دعوت کا آغاز بھی خود ہی کیا ہو، تنظیمی مراحل بھی خود ہی طے کیے ہوں اور بالآخر انقلابی جدوجہد کو کشمکش اور تصادم کے جملہ مراحل سے گزار کر خود ہی کامیابی سے ہمکنار کر دیا ہو۔ مزید برآں نبی ﷺ نے جو انقلاب عظیم برپا کیا، اس سے پوری انسانی زندگی میں تبدیلی رونما ہوئی اور عقائد ونظریات، علوم وفنون، قانون واخلاق، تہذیب وتمدن، معاشرت ومعیشت اور سیاست وحکومت الغرض حیات انسانی کا کوئی ایک گوشہ بھی بدلے بغیر نہ رہا۔

ہماری ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے درخواست ہے کہ وہ انقلاب کے نقطہ نظر سے سیرت مصطفیٰ ﷺ کا مطالعہ فرمائیں۔ اس مطالعے سے اُن پر یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ انسان کا اصل مسئلہ مادی غربت وافلاس نہیں ہے بلکہ اخلاقی وروحانی دیوالیہ پن ہے۔ لہٰذا اُس کی انسانیت کو بحال کیے بغیر صالح انقلاب کی توقع رکھنا عبث ہے۔ انبیاء علیہم السلام بالخصوص نبی ﷺ کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو ایمان کی راہ پر گامزن کیا اور ان کی ایسی تربیت کی کہ جو خود راہ پر نہ تھے وہ اوروں کے ہادی بن گئے۔ آپ کا شکوہ بجا کہ عوام لاٹھیاں اور جوتیاں کھا کھا کر غیرت وحمیت سے تہی دامن ہو چکے ہیں، وہ باہر نہیں نکلتے اور حکمرانوں کا گریبان نہیں پکڑتے۔ وہ لاچار اپاہج مویشیوں کی طرح بیٹھے رہتے ہیں۔ لیکن معاف کیجیے گا، ان کی تربیت ہی اسی طرح کی گئی ہے۔ قرآن مجید نے فرعون کی چال کا ذکر کیا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو ہلکا اور عقل سے عاری سمجھ کر ان کو دبایا تو وہ دب گئے۔ اس کے ساتھ قرآن نے ان کے دبنے کی وجہ یہ بیان کی ﴿اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ﴾ (سورۃ الزخرف:54) ''درحقیقت وہ تھے ہی فاسق لوگ''۔ ایسے لوگوں کو اس سے کچھ بحث نہیں ہوتی کہ حق کیا ہے اور باطل کیا، انصاف کیا ہے اور ظلم کیا۔ سچائی، دیانت اور شرافت قدر کے لائق ہے یا جھوٹ، بے ایمانی اور رذالت۔ ان مسائل کی بجائے ان کے لیے اصل اہمیت صرف اپنے ذاتی مفاد کی ہوتی ہے جس کے لیے وہ ہر ظالم کا ساتھ دینے، ہر جابر کے آگے دبنے، ہر باطل کو قبول کرنے اور صدائے حق کو دبانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ کیا ہمارے عوام کی حالت ایسی ہی نہیں ہے؟ ان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ لوگ جو 63 برس سے ان کو لوٹ رہے ہیں وہ انہی کے گن گاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب! آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہوں گے کہ انسان کے اندر وزن اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ پاسنگ اس کے پلڑے میں نہ ہو تو اس کی حیثیت خس وخاشاک کی ہوتی ہے۔ ہوا کا معمولی جھونکا بھی اُس کو اُڑا لے جاتا ہے۔ اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا مقابلہ کرنے کے لیے قوم کو آزاد فضا میں لے جا کر ایمان پیدا کرنے کی کوشش کی۔ نبی اکرم ﷺ

نے تو اس معاملہ کو انتہا تک پہنچا دیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا، آپ پر نبوت و رسالت کی تکمیل ہونی تھی۔ آپؐ نے فرد واحد سے اصلاح کا آغاز فرمایا۔ نظریۂ توحید کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ یہ توحید محض علم الکلام کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ ایک زندہ قوت تھی۔ یہ محمد رسول ﷺ کا انقلابی نظریہ تھا۔ توحید کی دعوت کے نتیجے میں جو لوگ نبی ﷺ سے رشتۂ ایمان میں منسلک ہوئے ان کی تربیت کی گئی اور انہیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند منظم کر کے باطل کے ساتھ تصادم کے لیے تیار کیا گیا۔ ان کا تصادم ذاتی مفادات کے لیے نہیں تھا بلکہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا مقصود تھا۔ آپؐ نے سارے انقلابی مراحل کو طے کر کے بہت مختصر عرصے میں انقلاب کو پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ کل 23 برس میں (اور وہ بھی شمسی نہیں قمری) انقلاب اسلامی کی تکمیل فرما دی اور ایک وسیع و عریض خطے پر دین حق کو اپنے سماجی، معاشی اور سیاسی ڈھانچے سمیت بالفعل قائم و نافذ کر دیا۔

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اس ہمہ گیر و ہمہ جہت انقلاب کے پیچھے وہ طریق کار کیا تھا جس کے ذریعے وہ مردان کار فراہم ہوئے جنہوں نے انقلاب نبوی ﷺ کے لگائے گئے شجرۂ طیبہ کو اپنے خون سے سینچا اور اپنی ہڈیوں اور گوشت پوست کی کھاد سے اسے پروان چڑھایا اور سورۃ الاحزاب کی آیت 23 کا مصداق ٹھہرے، جس میں فرمایا گیا ہے: ''اہل ایمان میں وہ جواں مرد ہیں جنہوں نے پورا کر دکھایا وہ عہد جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہیں جو اپنی نذر پیش کر کے سرخرو ہو چکے اور وہ بھی ہیں جو منتظر ہیں (کہ کب باری آئے اور وہ بھی اللہ کی راہ میں سر کٹا کر سبک دوش ہو جائیں۔) بہر صورت انہوں نے اپنے موقف سے سر مو تبدیلی نہیں کی''۔ اس سوال کے جواب کے لیے جب ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو حیرت انگیز بات سامنے آتی ہے کہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کے مقصد بعثت کے انقلابی پہلو کی وضاحت تین آیات میں اس طرح بیان فرمائی ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول (ﷺ) کو 'الھدیٰ' اور 'دین حق' کے ساتھ، تاکہ غالب کر دے اس کو پورے کے پورے دین پر'' (سورۃ التوبہ:33، سورۃ الفتح:28، سورۃ الصف:9) اور آپؐ کے اختیار کردہ انقلابی طریق کار کو چار اہم اور بنیادی اصطلاحات کے ساتھ چار آیات میں یوں بیان فرمایا ''وہی ہے (اللہ) جس نے اٹھایا اُمیوں میں ایک رسول (ﷺ) ان ہی میں سے، جو سناتا ہے انہیں اس کی آیات اور تزکیہ کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب اور حکمت کی'' (سورۃ الجمعہ:2، سورۃ البقرۃ: 151،129، سورۃ آل عمران:164) گویا آنحضور ﷺ کو اللہ نے جب نبوت و رسالت کے منصب پر فائز کیا تو اس کا اعلیٰ ترین مقصد دین اسلام کا تمام شعبہ ہائے زندگی پر غلبہ مقرر فرمایا اور اس مقصد کے حصول کے لیے طریق کار بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی طے فرمایا اور وہ ہے سچے، کھرے اور اللہ کے راستے میں اپنا تن، من، دھن لگانے والے جواں ہمت افراد کی تیاری۔ رسول ﷺ نے اللہ کے عطا کردہ لائحہ عمل یعنی تلاوت آیات قرآنیہ، تزکیہ نفوس انسانیہ اور تعلیم کتاب و حکمت کو اختیار کر کے جو صالح افراد تیار کیے۔ انقلاب ان کے ہاتھوں اللہ نے برپا فرمایا۔ جت تک اس نبوی طریق کار اور منہج عمل کو اختیار نہیں کیا جاتا صالح انقلاب کی توقع خوش فہمی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جس چیز کو ہمارے سیاست دان انقلاب کہہ رہے ہیں اور ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے بھی اسے انقلاب سے تعبیر کیا ہے وہ انقلاب نہیں فساد کا باعث ہوگا۔ بھوکے ننگے اور جاہل عوام جب انتقام کی آگ سینوں میں سلگا کر گلی کوچوں میں نکلیں گے تو اس سے خیر کی بجائے شر برآمد ہوگا۔ اقتدار عوام کو تو ہرگز نہیں ملے کیوں کہ وہ اس کے اہل ہی نہیں۔ البتہ گائیں چلی جائیں گی اور گدھے آ جائیں گے۔ عوام پھر جیسے تھے کی کیفیت میں رہیں گے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان جیسی محب وطن، محب عوام اور محب اسلام نابغۂ روزگار شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ پاکستان میں حقیقی اسلامی انقلاب کے لیے جو نبی ﷺ کے منہج کو اختیار کر کے لایا جا سکتا ہے، جد و جہد کریں۔ اُمید ہے قوم ان کی پکار پر لبیک کہے گی، اور بالفرض انقلاب نہیں بھی آتا تو بھی اللہ کے دربار میں، جہاں سب کو جانا ہے کامیابی ضرور نصیب ہوگی۔ اس لیے کہ ؎

قدم ہیں راہِ الفت میں تو منزل کی ہوس کیسی
یہاں تو عین منزل ہے تھکن سے چور ہو جانا

اللہ ہم سب کو اس کام کی توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین۔

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے

تنظیم اسلامی بہاولنگر و بہاولپور کے زیر اہتمام

6 مارچ 2011ء (بعد نماز ظہر) سے

مسجد فاطمہ المعروف جامع القرآن گلشن حشمت ہارون آباد میں

10 روزہ (کل وقتی)

فہم دین کورس

کا آغاز ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ

☆ تفسیر سورۃ البقرہ (مکمل) ☆ مجموعہ احادیث

☆ تجوید القرآن ☆ اہم دینی موضوعات پر لیکچر

نوٹ: کھانے اور رہائش کا انتظام ہوگا، کورس میں شامل ہونے والے رفقاء و احباب شناختی کارڈ اور موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں

برائے رابطہ: محمد منیر احمد امیر حلقہ بہاولنگر و بہاولپور 0333-6314487

بسلسلۂ فلسفہ دین میں نبوت و رسالت کا مقام (II)

حیاتِ انسانی کے پانچ ادوار اور ایجاد و ابداعِ عالم

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا فکر انگیز خطاب

انسان کی پانچ زندگیاں ہیں یا یوں کہیے کہ طویل زندگی کے پانچ ادوار ہیں، جن میں سے دو ادوار سوتے ہوئے گزرتے ہیں اور تین بیداری میں ہیں۔ سب سے پہلا دور وہ ہے جب عالم ارواح میں انسان کی روح کو پیدا کیا گیا۔ اُس وقت صرف روح تھی، جسم نہیں تھا۔ اور وہی عالم امر ہے۔ وہاں صرف روحانی زندگی تھی۔ قرآن میں فرمایا:﴿وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل:85) ”اور یہ آپ سے روح کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ فرمادیجیے کہ روح میرے رب کا امر ہے۔“ اسی عالم امر کے دوران تمام ارواح انسانی سے بندگی کا عہد لیا گیا۔ اللہ نے پوچھا:﴿اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ﴾ ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“﴿قَالُوْا بَلٰی﴾ ”(تمام ارواح انسانیہ نے) کہا، کیوں نہیں“۔ اللہ تو ہی ہمارا رب ہے، حاکم ہے، پروردگار ہے، خالق ہے۔

اِس پہلی زندگی کے بعد ہمیں سلا دیا گیا۔ یہ گویا دوسری زندگی ہے۔ یہ موت اور نیند کی کیفیت ہے۔ یاد رہے کہ نیند اور موت میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ موت بھی ایک طرح کی نیند ہے، اور نیند بھی ایک طرح کی موت ہے۔ چنانچہ سو کر اُٹھنے کے موقع پر جو مسنون دعا پڑھی جاتی ہے اُس کے الفاظ ہیں:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ)) (مشکوٰۃ)

”تمام شکر اور تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے زندہ کیا ہے، اس کے بعد کہ مجھے مردہ کر دیا تھا۔ اور اُسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔“

آدمی نیند میں بھی ایک طرح سے مردہ ہو جاتا ہے۔ اسے شعور نہیں رہتا۔ موت بھی معدوم ہو جانے کا نام نہیں، بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم کو منتقل ہونے کا نام ہے۔ اسی لیے جب آپ لاہور سے کراچی جا کر وہاں رہائش اختیار کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ میں کراچی منتقل ہو گیا۔

اس کے بعد ہمیں تیسری زندگی اِس دنیا میں ملی۔ اس زندگی کا آغاز رحم مادر سے ہوتا ہے، جب انسان کو مادی جسم عطا کیا جاتا ہے۔ رحم مادر میں انسانی جنین جب 120 دن کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اُس میں روح پھونکتا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں ہر ایک ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی حالت میں رہتا ہے۔ پھر چالیس دن کے بعد گاڑھا خون بن جاتا ہے۔ پھر چالس دن میں گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار چیزیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان بالشت بھر فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر تقدیر الٰہی اس کی طرف سبقت کرتی ہے تو اس کا خاتمہ دوزخیوں کے اعمال پر ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور ایک آدمی جہنمیوں کے اعمال کرتا ہے یہاں تک تقدیر الٰہی اس کی طرف دوڑتی ہے اور اس کا خاتمہ جنتوں کے اعمال پر ہوتا ہے پس وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔“

بدقسمتی سے ہم پر مادیت کا اتنا غلبہ ہے کہ جو چیزیں ہمارے مادیت زدہ ذہن سے ٹکراتی ہیں اور مادی قوانین اور ضابطوں کے تحت نہیں آتیں، ہم انہیں رد کر دیتے ہیں۔ روح کا یہی معاملہ ہے۔ حالانکہ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ روح عالم خلق کی شے ہے ہی نہیں۔ یہ عالم امر کی شے ہے جبکہ مادی قوانین عالم خلق سے متعلق ہیں۔ یہ عالم اور ہے اور وہ عالم اور۔ دنیا میں ہمیں جو زندگی ملی ہے، یہ روح اور جسم کی زندگی ہے، جبکہ اس سے پہلے دو زندگیاں صرف روح کی زندگیاں تھیں۔

حیات دنیا کا 70، 80 سالہ عرصہ مکمل ہوتے ہی انسان کا انتقال ہو جاتا ہے۔ یہاں سے اُس کی چوتھی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ عالم برزخ اور قبر کی زندگی ہے۔ قبر میں گناہوں کی پاداش میں انسان پر عذاب بھی ہوتا ہے۔ عذاب قبر برحق ہے۔ یہ احادیث ہی سے نہیں، قرآن سے بھی ثابت ہے۔ رہی برزخی زندگی کی کیفیت تو اِسے ہم نہیں جان سکتے۔ اِس خاص کیفیت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ ایک سوال یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بلند مرتبت ہستی کی برزخی زندگی کیسی ہوگی؟ کیا یہ ایسی ہی زندگی ہوگی جیسے دنیا میں تھی یا یہ اِس سے مختلف ہوگی۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق فرمایا کہ انہیں مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں، اللہ انہیں کھلاتا پلاتا ہے، مگر تمہیں اُن کی زندگی کا شعور نہیں۔ جب شہداء کی یہ شان ہے تو شہداء سے اوپر کا درجہ صدیقین کا ہے۔ اُن سے اوپر انبیاء کا درجہ ہے۔ اُن سے اوپر رسولوں کا درجہ ہے اور اُن سے بھی اوپر سید المرسلین ﷺ کا مقام ہے۔ آپ ﷺ کی عظیم المرتبت ہستی کی زندگی کس شان کی ہوگی، ہم اِس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

پانچویں زندگی آخرت کی ہے۔ یہ اُس وقت شروع ہوگی جب صور پھونکا جائے گا۔ صور کے اثر سے سب مرے ہوئے لوگ جی اُٹھیں گے، اور اپنی قبروں سے نکل کر دی گئی خبروں کی سچائی کا نظارہ کریں گے اور اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ ہر مردہ اُسی ہیئت اور حالت پر اُٹھے گا جس میں اُس کی موت واقع ہوئی تھی۔ انسان کو ایسا محسوس ہوگا کہ گویا اُس پر مدہوشی کی حالت ایک گھنٹہ یا چند گھنٹوں سے زیادہ طاری نہیں رہی۔ سب یہی محسوس کریں گے کہ جیسے ابھی دنیا ہی میں ہیں، مگر وقت کی نزاکت اور ہیبت کی وجہ سے اُن کے آپس کے پہلے تمام رشتے ٹوٹ چکے ہوں گے۔ لوگ اپنے پیاروں کو دیکھیں گے، مگر نہ مزاج پرسی کریں گے نہ اہمیت دیں گے۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔ ایک طویل

عرصہ اسی حالت میں گزر جائے گا۔ سب لوگ ایک ہی مقام پر کھڑے رہیں گے۔ بالآخر سب کو گھیر گھار کر یکبارگی میدان حشر کی طرف ہانک دیا جائے گا، اور حساب کتاب اور وزن اعمال ہوگا۔ حساب کتاب اور وزن اعمال کے نتیجے میں انسان کے دو ہی ممکنہ انجام ہوں گے۔ ابدی جنت یا ابدی آگ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہماری یہ حیات دنیوی دو موتوں کے درمیان ہے۔ ایک موت وہ جب ہماری ارواح کو پیدا کرنے اور اُن سے عہد الست لینے کے بعد انہیں کولڈ سٹوریج میں رکھ دیا گیا اور دوسری موت وہ جو اس دنیا کی زندگی کے اختتام پر آتی ہے۔ یہ زندگی ایک طویل سفر حیات کا ایک مختصر سا حصہ ہے، اور یہ اس لیے عطا کی گئی ہے، تاکہ ہمیں آزمایا جائے، جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ (سورۃ الملک:2)

"اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔"

یہ زندگی امتحان کے لیے ہے۔ ہم کمرۂ امتحان میں بیٹھے ہیں۔ ہم بالعموم جس امتحان سے واقف ہیں، وہ تین گھنٹے کا ہوتا ہے، مگر یہ امتحان زندگانی 60، 70 سال کے عرصے پر محیط ہے۔ اس امتحان کا نتیجہ آخرت میں جنت یا جہنم کی صورت میں سامنے آئے گا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

قلزم ہستی سے تو اُبھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

اب آیئے "تخلیق" کے بارے میں چند باتیں ہو جائیں۔ تخلیق کے بڑے دو مراحل ہیں۔ تخلیق کا مرحلہ اول عالم امر ہے۔ یہ اللہ کے ایک کلمہ "کُن" سے پیدا ہوا۔ اللہ کا معاملہ یہ ہے کہ

﴿وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾﴾ (البقرۃ)

"جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔"

کلمہ "کُن" سے ایک نور پیدا ہوا۔ یہ نہایت لطیف و بسیط اور خنک و پرسکون نور تھا، جس میں نہ حرارت و تپش تھی نہ حرکت تموج۔ اس نور سے ایک تو عام ملائکہ کی تخلیق کی گئی اور دوسرے روح محمدی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام، روح آدمؑ سمیت تمام انسانوں کی ارواح پیدا کی گئیں۔ یہ ارواح "جنود مجندہ" کی شکل میں تھیں۔ ملائکہ کے بارے میں یہ صراحت حدیث نبوی میں بھی موجود ہے کہ اُن کی تخلیق نور سے ہوئی۔ (مسلم عن عائشہؓ) یہ تخلیق کا مرحلہ اول تھا۔ اور یہ ما بعد الطبیعیاتی عالم کی تخلیق ہے۔

ہماری حیات دنیوی دو موتوں کے درمیان ہے۔ ایک موت وہ جب ہماری ارواح کو پیدا کرنے اور اُن سے عہد الست لینے کے بعد انہیں کولڈ سٹوریج میں رکھ دیا گیا اور دوسری موت وہ جو اس دنیا کی زندگی کے اختتام پر آتی ہے

مختصر طور پر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ عالم امر میں جو چیزیں تخلیق ہوئیں، وہ چار ہیں: نور بسیط، ملائکہ، روح محمدیؐ اور روح آدم سمیت تمام ارواح انسانیہ، اور روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام۔

تخلیق کا دوسرا مرحلہ طبیعیاتی اور مادی عالم کی تخلیق ہے۔ اللہ کے ایک اور امر "کُن" سے نور بسیط کے ایک حصے میں ایک دھماکہ ہوا، جس سے یہ پوری کائنات وجود میں آئی۔ تخلیق کا پہلا مرحلہ یعنی عالم امر کی تخلیق چونکہ میٹا فزکس سے متعلق ہے، لہٰذا یہ سائنس کے دائرے میں نہیں آتا۔ البتہ یہ مرحلہ ثانی (یعنی عالم مادی کی تخلیق) سائنس کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ عالم مادی کی تخلیق کے بارے میں سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اس کا آغاز اب سے لگ بھگ پندرہ بیس ارب سال قبل "Big Bang" یعنی ایک بہت بڑے دھماکے سے ہوا، یہ دھماکہ جیسا کہ کہا گیا ذات باری تعالیٰ کے ایک دوسرے امر "کُن" کے نتیجے میں نور بسیط کے ایک حصے میں ہوا۔ جس کے نتیجے میں اس نور نے ایک ایسی "نار" کی شکل اختیار کر لی جو ایسے نہایت چھوٹے ذرات الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران پر مشتمل تھی۔ جن کا درجہ حرارت ناقابل تصور حد تک بلند (One Hundred Thousand Million Degree Centigrade) تھا اور جو ناقابل تصور سرعتِ رفتار کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں یہ آتشیں گولہ حجم میں تیزی سے بڑھتا چلا گیا اور مرور زمانہ کے ساتھ اِن ذرات کی حرارت اور اُن کی باہمی کشش ثقل کی قوت و شدت دونوں میں کمی آتی چلی گئی۔ ان اساسی ذرات کے ایک دوسرے سے دور بھاگنے سے یہ ناری ہیولٰی یا گولہ مختلف حصوں میں بٹتا بھی چلا گیا، جس سے کہکشائیں وجود میں آئیں اور ہر کہکشاں میں ناری کُرّے پیدا ہوئے، جن میں متذکرہ بالا اساسی ذرات کی تالیف سے ایٹم اور پھر اس کے مرکبات وجود میں آتے چلے گئے۔ اس ناری مرحلے میں جو صاحب تشخص اور صاحب شعور و ارادہ مخلوق پیدا کی گئی وہ "جنات" تھے۔ جن کا مادہ تخلیق قرآن کی جا بجا صراحت کی بنا پر آگ ہے، جیسا کہ فرمایا گیا:

﴿وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾﴾ (الحجر)

"اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا۔"

گویا جنات کی تخلیق حضرت آدم کی تخلیق سے بہت پہلے ہوئی۔ اور یہ مادہ تخلیق کے اعتبار سے انسان سے لطیف تر ہیں۔ انسان مٹی سے بنا اور مٹی کثیف شے ہے جب کہ آگ لطیف شے ہے۔ اس میں حرکت اور حرارت ہے۔ ابلیس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اس کا عذر بھی یہی بیان کیا تھا کہ ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾﴾ (سورۃ الاعراف) "میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اِسے مٹی سے۔" ابلیس کی نگاہ میں روح محمدیؐ اور روح آدم نہیں تھی، صرف جسد آدم تھا۔ ایک وقت آیا کہ بہت سے ناری کُرّے ٹھنڈے پڑنے شروع ہو گئے۔ ہماری زمین بھی انہی میں سے ایک ہے۔ ٹھنڈے ہونے کے اس عمل کے دو نتائج ظاہر ہوئے: ایک یہ کہ جیسے کوئی انگارہ ٹھنڈا ہونے لگے تو اس کی سطح پر راکھ کی تہہ جم جاتی ہے اسی طرح کرۂ ارضی پر بھی "خاک" کی ایک تہہ پیدا ہو گئی، جسے زمین کا چھلکا (crust of the earth) کہا جاتا ہے اور جو کل حیاتِ ارضی، نباتاتی و حیواناتی کا مادہ تخلیق ہے —— اور دوسرے یہ کہ زمین سے کچھ بخارات نکل کر اس کے گرد جمع ہو گئے جن سے زمین کا غلاف یعنی "فضا" وجود

میں آئی۔ اور پھر اس فضا میں [illegible] ہائیڈروجن اور
آکسیجن کے امتزاج سے پانی وجود میں آیا جو کل حیاتِ ارضی کے لیے ''منبعِ حیات'' ہے۔ بقول ئے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ﴾ (الانبیاء:30) ''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی''۔ اور اس نے موسلا دھار بارش کی صورت میں واپس زمین ہی پر برسنا شروع کر دیا۔ گویا اس سلسلۂ تخلیق کا ایک مرحلہ وہ بھی تھا جس میں زمین پر سوائے پانی کے کچھ اور نہ تھا۔ اور غالباً اسی کی جانب اشارہ ہے قرآن حکیم کے ان الفاظِ مبارکہ میں کہ ﴿وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ (ھود:7) ''اور اس کا عرش پانی پر تھا''۔ اور ادھر چونکہ زمین کی چھڑی (crust) ٹھنڈی ہونے کے باعث سکڑ بھی گئی تھی، لہٰذا سطحِ زمین پر نشیب و فراز پیدا ہو گئے۔ چنانچہ ایک جانب پہاڑ اور ان سے ملحق سطحِ مرتفع کے مختلف مدارج و مراحل کی صورت میں خشکی پیدا ہوئی تو دوسری جانب نشیبی علاقوں میں بارش کے پانی کے جمع ہونے کے باعث سمندر وجود میں آ گئے۔ پھر ساحلی علاقوں میں حیاتِ ارضی کے مادہ تخلیق یعنی مٹی اور اُس کے منبعِ حیات یعنی پانی کے مابین تعامل سے انسان کی تخلیق ہوئی۔

عالمِ امر اور عالمِ خلق میں بنیادی فرق جان لیجیے۔ عالمِ امر میں اللہ کے کسی حکم کی تعمیل میں کوئی لمحہ صرف نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہاں زمان جاری کا کوئی تصور ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس عالم میں خلعتِ وجود سے مشرف ہونے والی ہستیاں یعنی ملائکہ اور ارواحِ انسانیہ بھی زمان و مکان کی محدودیتوں سے ماوراء ہیں اور اُن کے فرش سے عرش اور بالعکس فرش سے عرش تک —— اور مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک منتقل ہونے میں کوئی وقت صرف نہیں ہوتا بلکہ آنِ واحد میں مشرق سے مغرب اور فرش سے عرش تک کا سفر طے کر سکتی ہیں۔ اس کے برعکس عالمِ خلق میں وقت لگتا ہے۔ مثال کے طور پر آم کی گٹھلی سے آم کا پودا یکدم نہیں نکلتا بلکہ کافی وقت کے بعد نکلتا ہے۔ یہی حال رحمِ مادر میں انسانی جنین کا ہے۔ اسے بھی پورا ہونے میں 9 مہینے لگتے ہیں۔ اللہ نے زمین اور آسمان پیدا کیے۔ اس میں بھی وقت صرف ہوا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ (جاری ہے)

☆☆☆

دوڑو اللہ کی طرف!

شاہ وارث

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ وہ چاہتا تو ہمیں کوئی ہی اور مخلوق بنا سکتا تھا۔ ہم انسان کی بجائے کوئی جانور ہو سکتے تھے۔ وہ جس شکل و صورت میں چاہتا ہمیں پیدا فرما دیتا اور ہم کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے سوچیے، اگر خدانخواستہ ہم کوئی جانور ہوتے تو ہماری شکل کیسی ہوتی، ہمارا لباس کیا ہوتا، ہمارا کھانا کیا ہوتا، ہمارا گھر کیسا ہوتا، ہمارا کام کیا ہوتا، ہمارے دن رات کس کام میں گزرتے۔ پھر تو گویا ہماری زندگی کا مقصد فقط بوجھ اُٹھانا اور لوگوں کے سامان دھکیلنا ہی رہتا۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم اور فضلِ خصوصی ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنا کر احسن تقویم سے نوازا۔ ہمیں عقل اور فہم سے سرفراز فرمایا۔ ہم میں اپنی روح میں سے پھونک کر ہمیں اشرف المخلوقات کا شرف عطا فرمایا۔ تندرست، توانا، صحت مند اور صحیح سلامت بنایا، اچھی شکل و صورت دی، اور اس سے بڑھ کر ساری کائنات کو ہمارے لیے مسخر کر کے ہماری خدمت میں لگایا۔ یہ ہمارے اوپر پھیلا ہوا وسیع و عریض آسمان، یہ سورج، یہ ستارے اور سیارے، یہ ہمارے قدموں کے نیچے بچھی ہوئی زمین، یہ سرسبز و شاداب پہاڑ، یہ بہتے دریا اور سمندر اور یہ اُبلتے ہوئے شیریں چشمے، یہ ہماری غذا کے لیے طرح طرح کے پھول اور سبزیاں اور مختلف جانور اور ان کے دودھ اور گوشت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے، یہ سب کچھ میں نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے لیکن تم کو اپنے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ سب کچھ تمہارا ہے بلکہ یہ سب کچھ تو کیا لوح و قلم تیرے ہیں، لیکن تُو صرف میرا ہے اور تجھے صرف میرا ہی بن کر رہنا ہوگا۔ لیکن حضرت انسان ہے کہ اللہ کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں، اُس کا شکر بجا نہیں لاتا، اسے یاد نہیں کرتا اور اس کی فرماں برداری اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ باغی، ضدی، جھول، نادان، مست اور سرکش ہے۔ اس کے مقابلے میں باقی ساری کائنات پر نظر دوڑائیے، اس کا ایک ایک ذرہ اللہ کے حکم سے اس کی مرضی کے مطابق اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔ یہ ان گنت ستارے کیسے ضابطے کے پابند ہیں۔ دن رات اپنے سفر میں لگے ہوئے ہیں۔ ستارے رات کو ہمیں چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ہمارے لیے ایک خوبصورت سماں پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے اردگرد اُگے ہوئے یہ خوبصورت درخت ہماری نگاہوں کو ٹھنڈک پہنچاتے اور ہماری خوشی کا سامان بنتے ہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ اگر انسان کی طرح یہ کائنات بھی بغاوت کر کے اپنی مرضی پہ چلنا شروع کر دے تو کیا حال ہوگا۔ مثلاً اگر سورج اپنی مرضی کرتا کہ جب جی چاہتا طلوع ہوتا اور جب جی میں آتا غروب ہونے لگتا تو ہمارا کیا حال ہوتا۔ انسانوں کی بنائی ہوئی بجلی کا حال کیا ہے، عین اس وقت جب ہم بہت ہی اہم کام کر رہے ہوتے ہیں، یکایک چلی جاتی ہے۔ اگر یہ سورج بھی ہمارے ساتھ یہی کچھ کرتا تو ہمارے کاموں کا کیا بنتا، ہماری فصلیں کیسی پکتیں اور ہم زندگی کے اور بہت سے کام کیسے نپٹاتے۔ اسی طرح بادلوں کا برسنا، ہوا کا چلنا اور یہ دن اور رات کا اُلٹ پھیر یہ سب اللہ کی مرضی کے پابند ہیں۔ زمین کے اوپر سکون، امن اور اطمینان اسی وجہ سے نظر آتا ہے کہ اس فضا کے اندر ایک ڈسپلن اور ایک خاص قسم کا ٹھہراؤ ہے۔ اس کے برعکس انسان کو دیکھئے، اللہ تعالیٰ کی بغاوت میں تمام تر حدیں پار کر کے سرکشی اور من مانی میں آگے سے آگے جا کر کیسی کیسی بے چینیوں اور مصیبتوں کا شکار رہتا ہے۔ یہی وجہ

ہے کہ دنیا آج فساد سے بھر گئی ہے۔ زمین کا کاسہ نت نئے فتنوں سے لبریز ہو چکا ہے۔ دجالیت اپنی تمام تر شرانگیزیوں کے ساتھ عروج پر ہے۔ ہمارے لیے غور وفکر کا مقام ہے کہ ایک پہاڑ اور ایک درخت تو اللہ کی بات مانے، ایک سمندر اور اس کے اندر رہنے والی مچھلیاں تو اللہ کے فرماں بردار ہوں، یہ آسمان، زمین اور ایک چڑیا اور پتے تک تو اللہ کا حکم سنیں، کائنات کا ذرہ ذرہ تو خوشی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، مگر جس انسان کے فائدے اور خدمت کے لیے یہ ساری دنیا و مافیہا بنائی گئی ہے، وہ اللہ کی بندگی اور اطاعت سے روگردانی کرے، اللہ کی نافرمانی پر اترے اور اس کے دشمن یعنی شیطان لعین اور شیطان کی ذریت اور حواریں کو اپنا دوست ٹھہرائے۔ یہ تو سراسر ناہنجاری، ناشکری، بے وفائی اور کھلی سرکشی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ ایسی قوم کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ اگر ہم اللہ کی فرماں برداری کی روش اختیار کریں تو اس میں ہمارا ہی بھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو کچھ فرق نہیں پڑتا کہ کوئی اس کی اطاعت کرے یا شیطان بن کر جیئے۔ حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ ”تمام جن وانس مل کر میری عبادت کرنا شروع کریں تو بھی میری بادشاہی میں ذرہ برابر اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر تمام جن وانس مل کر میری بغاوت پر اُتر آئیں تو بھی میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔“ اللہ کو ہمارے سجدوں کی ضرورت نہیں۔ اسے ہماری عبادت کی حاجت نہیں۔ اسے ہماری ضربوں اور ذکروں کی خواہش نہیں۔ اُس کے سامنے تو نہ معلوم کتنے ان گنت اور بے شمار فرشتے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں۔ کوئی سجدوں میں ہیں، کوئی رکوع کی حالت میں ہیں، کوئی قیام کی حالت میں ہیں۔ کوئی اس کی حمد وثنا میں لگے ہوئے ہیں، بلکہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی حمد وثنا وتسبیح و مناجات کر رہا ہے۔ وہ اس سے بے نیاز ہے کہ کوئی اس کا ذکر کرے یا نہ کرے، شکر بجا لائے یا نہ لائے، عبد بن کر رہے یا نہ رہے۔ البتہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے شکر گزار اور اپنے محبوب بندوں کے اعمال صالحہ کی قدردانی فرمائے گا اور انہیں اس کے بدلے میں اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے گا۔ اس کے برعکس فاسق، فاجر، ناشکروں اور سرکشوں پر اپنا غضب نازل کرے گا اور انہیں جہنم میں جھونک دے گا۔

دیکھیے، انسانوں میں ہم جس کو بڑا کہتے ہیں اس کے سامنے انکار کرتے ہوئے ہم شرماتے ہیں۔ ہم حیا اور جھجک محسوس کرتے ہیں کہ کیسے انکار کریں لیکن خالق کائنات کا حکم ماننے سے ہم بے جھجک انکار کر دیتے ہیں۔ ہم کو حیا اور جھجک کیوں نہیں آتی، ہم شرمسار کیوں نہیں ہوتے۔ آج ہمارے پاس مہلت ہے، وقت ہے، صحت ہے، ابھی زندگی کے لمحات باقی ہیں۔ سانسوں کا سلسلہ ابھی رواں ہے۔ جان اور روح کا رشتہ ابھی باقی ہے۔ ملک الموت نے ابھی دستک نہیں دی ہے۔ آیئے، اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، اس کی طرف دوڑیں، اس کی طرف رجوع کریں، وہ توبہ قبول کرنے والا اللہ ہے۔ وہ خطاؤں سے درگزر کرنے والی رحیم وکریم ہستی ہے۔ وہ مائل بہ کرم بادشاہ ہے۔ ایسا بادشاہ ہے کہ اگر ہم اس کی طرف ایک قدم چلتے ہیں تو وہ دس قدم آتا ہے۔ ہم اگر چل کر جائیں تو وہ دوڑ کر آتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پہلا قدم ہم نے لینا ہوگا، چلنا ہم کو ہوگا، ہمیں اپنے اندر عاجزی پیدا کرنی ہوگی۔ یہ تو ہماری ہی خوش بختی اور سعادت ہوگی کہ ہم اس کی طرف رجوع کریں۔ وہ بادشاہ ہے اور ہم فقیر ہیں۔ اقبال کہتے ہیں ؏

تو غنی از دو عالم و من فقیر

اس لیے ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم خوشی خوشی سرتسلیم خم کریں۔ اپنا قبلہ درست کرنے کا عزم کریں۔ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلیں۔ اس کی آخری کتاب قرآن عظیم الشان کو پڑھیں، سمجھیں اور اسے اپنے لیے رہنما اور حَکَم بنانے کے لیے کمر ہمت کس لیں۔ اپنی معاشرت، معیشت اور سیاست کو لادینیت سے پاک کریں اور باقی زندگی اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت میں گزاریں، اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے خصوصی مدد اور استقامت کی مسلسل دعا مانگتے رہیں۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

نیوز آف دی ویک

خبر

وزیر اعظم گیلانی
”ملک میں 70 فی صد خوشحالی آچکی، مختصر مدت میں عوام کی محرومیوں کا خاتمہ کیا“

”اناللہ وانا الیہ راجعون“

وزیر اعظم کی اس ”حقیقت بیانی“ پر ادارہ تبصرہ کرنے سے معذور ہے۔ البتہ قارئین اس پر تبصرہ کر کے ہمیں ارسال کریں۔ بہترین تبصرے رسالے میں شائع کیے جائیں گے کیونکہ یہ ”نیوز آف دی ایئر“ ہے۔ (ادارہ)

اشرف العلماء مولانا عبدالرحمٰن اشرفی کی رحلت

پروفیسر رشید احمد انگوی
پرنسپل (ر) گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، گوجرانوالہ

گزشتہ دنوں اسلامی تعلیمی اصلاحی دنیا کی ایک ممتاز شخصیت ہم سے جدا ہوگئی۔ ان کی الوداعی تقریب یعنی نمازہ جنازہ غیر معمولی شان کے ساتھ لاہور میں انجام پائی۔ یہ 23 جنوری کا واقعہ ہے۔ جامعہ اشرفیہ کا وسیع وعریض احاطہ بندگان رب سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اعلان جاری تھا کہ جنوبی گیٹ سے باہر نہر کے ساتھ چوہدری ظہور الٰہی روڈ کی جانب صفیں باندھ لی جائیں کہ جامعہ اشرفیہ کے اندر کہیں بھی جگہ خالی نہیں رہی۔ واقعتاً حضرت تھانویؒ کے خلیفہ راشد مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کے قابل فخر فرزند گرامی قدر شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمٰن اشرفیؒ کا جنازہ اسی شان کا حامل ہونا تقدیر الٰہی میں طے تھا۔ لاکھوں انسانوں کا بحر بیکراں اس یادگار انداز میں الوداعی سلامی دے رہا تھا کہ اصحاب سلف کا قول پورا ہو رہا تھا کہ ''ہمیں جاننا چاہتے ہو تو ہمارے جنازوں سے پہچان لینا۔'' ساٹھ برس تک ''قال اللہ و قال الرسولؐ'' کا درس دینے والی نادر روزگار علمی، تعلیمی، روحانی، اصلاحی، تہذیبی شخصیت کو عزت و احترام سے یوں رخصت کیا جا رہا تھا کہ فضاؤں میں ''اشرف العلماء'' اور ''محبوب الصلحاء'' کے عنوانات رقم دکھائی دیتے تھے۔ معروف ہے ''یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا'' اور شاید اسے یوں بھی پڑھنے میں ہرج نہ ہو کہ ''یک زمانہ صحبت با علماء'' اور کیا لطف ہو کہ ایسی شخصیت کا قرب، زیارت اور مجلس نصیب ہو جو علماء میں سے بھی ہو اور اولیاء و صلحاء میں سے بھی۔ سبحان اللہ

حضرت مولانا اشرفیؒ کے ساتھ گزرا ایک دن اور مختصر سفر خصوصی طور پر نگاہوں میں گھومتا رہا۔ چند سال قبل کا واقعہ ہے۔ راقم اس وقت ایف سی کالج میں پڑھا رہا تھا۔ یکم محرم الحرام کو صبح سویرے پاکستان ٹیلی ویژن سے ایک لائیو پروگرام نشر ہونا تھا۔ موضوع تھا ''اتحاد بین المسلمین''۔ پروگرام شروع ہونے سے پہلے ویٹنگ روم میں ہلکی پھلکی گفتگو اور بلاتکلف تبادلہ خیال جاری تھا۔ خورشید گیلانی (مرحوم) پروگرام کے میزبان تھے۔ مولانا اشرفی علم و فضل اور خلوص و محبت کے پھول بکھیر رہے تھے۔ خورشید گیلانی صاحب پر شفقت کے پھول یوں برسائے کہ ''گیلانی صاحب زینت العلماء'' ہیں۔ راقم پر مطالعہ قرآن کے حوالہ سے مشفقانہ کلمات استعمال فرمائے۔ پروگرام سے فارغ ہو کر نکلے تو راقم کو اپنی گاڑی میں سوار کر لیا۔ نہر کی ایک جانب جامعہ اشرفیہ اور دوسری جانب ایف سی کالج واقع ہیں۔ اس طرح منزل ایک ہی تھی۔ گاڑی میں تنہائی میسر آئی تو ایک دیرینہ سوال خدمت میں پیش کر دیا کہ خلش دور ہو جائے۔ عرض کیا کہ حضرت مفتی محمد حسنؒ کے بارے میں سن رکھا ہے کہ ٹانگ کا بڑا آپریشن بے ہوش کیے بغیر ہوا تھا۔ کیا یہ اطلاع درست ہے۔ مولانا اشرفیؒ نے بتایا کہ یہ بالکل درست ہے۔ سرجن مفتی صاحب کا مرید تھا۔ جب اس نے بے ہوشی کا ارادہ ظاہر کیا تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ بے ہوش کیے بغیر سرجری شروع کرو۔ آپریشن حیرت انگیز انداز میں بخیر و خوبی مکمل ہوا۔ بعد میں حضرت مفتی صاحب نے بتایا کہ ادھر سرجن نے کام شروع کیا اور ادھر اللہ کریم نے مجھے جنت کے مناظر دکھانا شروع کر دیئے۔ یوں وہ جنت کے نظاروں میں محو رہے اور آپریشن مکمل ہو گیا۔ مولانا نے بتایا کہ والد محترم تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے تھے کہ اللہ کریم کا اس قدر فضل و کرم شامل حال رہا کہ مجھ سے اس رات کی تہجد کی نماز بھی نہ چھوٹی — تو یہ تھی وہ پاکیزہ گھریلو فضا جس میں مولانا اشرفی کی تربیت ہوئی۔ مولانا نے درس حدیث کی سعادت کے علاوہ خطابت کی ذمہ داریاں ادا کیں۔ اہل عقیدت کی روحانی اصلاح و تربیت کے لیے ہفتہ وار محفل ذکر و فکر کا اہتمام فرماتے اور اہل ضرورت کی مشکلات دور کرنے کے لیے روحانیات کی زبان میں مدد فرماتے۔ مسلمانوں کے مابین اتحاد کی فضا قائم کرنے میں شاندار خدمات سرانجام دیں۔ طلبۂ علوم دینیہ کی امداد میں خصوصی فیاضی کا رویہ پیش فرماتے۔

> ساٹھ برس تک ''قال اللہ وقال الرسولؐ'' کا درس دینے والی نادر روزگار علمی، تعلیمی، روحانی، اصلاحی، تہذیبی شخصیت کو عزت واحترام سے یوں رخصت کیا جا رہا تھا کہ فضاؤں میں ''اشرف العلماء'' اور ''محبوب الصلحاء'' کے عنوانات رقم دکھائی دیتے تھے

جامعہ اشرفیہ کو دینی تعلیمات کا عظیم عالمی مرکز بنانے میں ان کا کردار نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ علامہ اقبال کے مقرر کردہ معیار قیادت

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پُرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ جہاں ہوتے خوش مزاجی کا حسن بکھیرتے۔ فرقہ وارانہ فضا کا توڑ یہ بیان فرماتے کہ ''اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں، دوسروں کا عقیدہ چھیڑو نہیں۔'' ان کا یہ قول مولانا فضل الرحیم سنا رہے تھے کہ ''اے اللہ مجھے ایسا بنا دے کہ تجھے پسند آ جاؤں۔'' اور کوئی شک نہیں کہ وہ صاحب جمال و کمال بن کر معاشرے کو منور کرتے رہے۔ وہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ ''دنیا کے لیے اتنی محنت کرو جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جتنا وہاں رہنا ہے۔'' مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ کی رحلت سے وطن عزیز ایک محدث، ایک عظیم استاد، عظیم مصلح، روحانی پیشوا اور اتحاد عالم اسلامی سے محروم ہو گیا۔ اللہ کریم کے حضور التجا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مرتبے اور اپنا قرب عطا فرمائے۔ (آمین)

روشن خیال نازی

اوریا مقبول جان

مجھے ان گندی گالیوں اور غلیظ فقروں کے جواب میں کچھ نہیں کہنا جو میرے ان کالموں اور ٹیلی ویژن پروگراموں کے بعد انٹرنیٹ پر محدودے چند لوگوں نے اپنے بلاگوں میں لکھے۔ یہ کالم اور ٹیلی ویژن کے دیگر پروگرام عرب ڈکٹیٹروں کے زوال کے بارے میں تھے اور میں نے ان کے بارے میں لکھا تھا کہ ان کا اسلام سے دور دور تک کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ سیکولر اور لبرل تھے جن کا مقصد اپنے ملکوں پر ایسی علامتوں کو طاقت کے ذریعے ختم کرنا تھا جن کا تعلق اسلام سے ہو، خواہ وہ عورتوں کا پردہ کرنا، لوگوں کا پابندی سے نماز پڑھنا یا داڑھی رکھنا ہو۔ ان آمروں نے مدتوں طاقت کے زور سے ان مسلمان ملکوں میں مغرب کی طرز کے نائٹ کلب، شراب خانے، مساج پارلر، بیلے ڈانسرز کلب، جوئے خانے اور عیش وعشرت سے مزیّن سمندری ساحل بنائے تھے۔ ان سب اقدار کا ان سیکولر لبرل آمروں سے پہلے عرب دنیا میں کوئی وجود نہ تھا۔ لیکن ان سب کو قائم کرنے کے لیے اور ان کے تحفظ کے لیے انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا، لاکھوں کو جیلوں میں ڈالا اور ہزاروں پر بدترین تشدد کیا۔ یہ سب لبرل فاشسٹ تھے۔

یہ لفظ اُن لوگوں کو اتنا برا لگا کہ ایسے ایسے غلیظ جملے اور ایسی ایسی گندی گالیاں نہ صرف میری نذر کی گئیں بلکہ میرے ساتھ وہ لوگ جو ان خیالات کا اظہار کرتے تھے وہ بھی نہ بخشے گئے، جن میں حامد میر سرفہرست تھے اور اُس پروگرام کے میزبان کامران شاہد کو بھی انہی القابات سے نوازا گیا۔ میں گالیوں اور غلیظ جملوں کے جواب میں صرف اپنے اللہ کے حضور دستِ دعا بلند کرسکتا ہوں کہ بارِالٰہ تو انہیں ہدایت دے، اس لیے کہ ہدایت عطا کرنا صرف تیری ذات کا کام ہے، ہمارا کام تو سچ کو کھول کھول کر بیان کرنا ہے۔ ان لبرل اور سیکولر افراد کو اس بات کا شاید اندازہ نہیں کہ یہ بلاگ کسی شخص کے بیٹے اور بیٹیاں بھی پڑھ سکتی ہیں اور ان پر کیا گزرتی ہوگی۔ لیکن میں نے اپنی اولاد کو بھی ان سب کے لیے دعا کی ہی تلقین کی ہے کہ یہی درست راستہ ہے۔

لیکن کیا لبرل سیکولر آمریت یا لبرل فاشزم کا لفظ تاریخ میں پہلی دفعہ استعمال ہوا ہے؟ کیا سیکولر اور لبرل اقدار کو طاقت کے زور سے لوگوں پر نافذ کرنے کا عمل اور اُن کی ترویج اب شروع ہوئی ہے؟ کیا ایسے ڈکٹیٹروں کی حمایت کبھی نہیں کی گئی جو سیکولر ماحول پیدا کرنے کے لیے مذہب کے نام لیوا افراد کا قتل عام کرتے تھے؟ ان سیکولر اور لبرل دانشوروں کو یہ راستہ سب سے پہلے ایچ جی ویلز نے دکھایا۔ یہ شخص 21 ستمبر 1866ء میں انگلستان کے شہر کینٹ میں پیدا ہوا۔ اُسے گھر میں پیار سے برٹی کہتے تھے۔ ایک مڈل کلاس میں پیدا ہونے والے اس بچے کی 1874ء میں ایک حادثے میں ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اور یوں اُس نے اپنا زیادہ وقت محلے کی لائبریری میں کتابیں پڑھنے میں صرف کرنا شروع کیا اور اُس کے ساتھ ساتھ بچوں کو پڑھانا بھی شروع کردیا۔ اُس نے سائنس کے مضامین میں گریجویشن کی اور وہ کالج میں ایک اچھے مقرر کی حیثیت سے جانا جاتا تھا۔ جب اُس کا پہلا ناول ٹائم مشین مارکیٹ میں آیا تو اُس نے دھوم مچادی۔ یہ ایک نئے انداز کی سائنس فکشن تھی۔ وہ افلاطون کے افکار سے متاثر تھا۔ وہ سوشلسٹ بھی رہا اور مشہور فیبین Fabien سوسائٹی کا ممبر بھی۔ لیکن اُس کی شہرت اُس کی تاریخ کی تین جلدوں پر مشتمل کتاب "An outline of history" کی وجہ سے بامِ عروج پر جا پہنچی۔ یہ کتاب 1920ء میں آئی۔ اُس کے بعد اُس نے اپنے مخصوص نظریات کا پرچار شروع کیا۔ یہ نظریات آج کے لبرل اور سیکولر افراد کے طرزِ عمل میں بخوبی پائے جاتے ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ لبرل اور سیکولر اقدار کو معاشرے میں طاقت کے زور سے نافذ کرنا چاہیے، اسی طرح معاشرے کی ترقی ہوسکتی ہے ورنہ ترقی کا پہیہ رک جائے گا۔ وہی گفتگو جو آج کی جاتی ہے کہ یہ رجعت پسند لوگ معاشرے کو چودہ سال پیچھے لے جانا چاہتے ہیں۔ اُس نے 1930ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے ترقی پسند طلبہ کے ایک گروہ سے خطاب کرتے ہوئے لبرل فاشسٹ انقلاب کا ایک نظریہ پیش کیا۔ اُس نے کہا کہ اگر تمہیں رجعت پسند مذہبی طاقتوں پر فتح حاصل کرنی ہے تو تمہیں ''لبرل فاشسٹ'' بننا ہوگا، بلکہ تمہیں روشن خیال نازی Enlightend Nazi بننا پڑے گا۔ یہ روشن خیال نازی کا نظریہ ہی تھا جس نے کمال اتاترک کو جنم دیا، جس نے بزورِ طاقت ترکی سے اسلام کی ہر وہ نشانی مٹانے کی کوشش کی جس سے مسلمان کی شناخت ہوسکے۔ مردوں کو ترکی لباس اور ٹوپی کی جگہ مغربی سوٹ اور عورتوں کو حجاب کی جگہ سکرٹ پہنوائے، ترکی رسم الخط کو جو عربی سے مشابہہ تھا رومن میں بدلا، اذان تک ترکی میں دلوائی اور ہر اُس آواز کو خاموش کیا جو اس کے خلاف تھی۔ اُس کے پیروکاروں نے اپنے ایک ''رجعت پسندانہ'' نظریات رکھنے والے وزیراعظم عدنان مندریس کو پھانسی اور صدر جلال بایار کو عمر قید کی سزا سنائی۔ اسی سیکولر نظریے نے ہٹلر اور مسولینی کو جنم دیا اور پورے مغرب نے نسل پرستی اور روشن خیالی کی رو میں کروڑوں لوگوں کے سروں کی فصل کاٹی۔

ابھی دو سال قبل 8 جنوری 2008ء کو جوناہ گولڈ برگ نے لبرل فاشزم کے نام سے ایک کتاب مرتب کرکے دنیا بھر کے ان لبرل فاشسٹوں کی تاریخ مرتب کی ہے اور ان کے مظالم کی داستانیں اکٹھی کی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ وہ ظالم ہیں جن کا چہرہ مسکراتا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آج کے لبرل طبقے کی تاریخ یورپ میں بیسویں صدی کے آغاز میں جنم لینے والی فاشسٹ تحریکوں سے جاملتی ہے اور ان کا رویہ بھی اُسی طرح ہے۔ یہ ہر اُس شخص سے نفرت کرتے ہیں جو ان کے نظریات نہیں مانتا اور اُنہیں بزور طاقت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں آج کے لبرل طبقے کو ہٹلر کا چچازاد بھائی تو نہیں کہتا لیکن یہ اس کے پوتے پوتیاں ضرور ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ نازی بھی جانوروں اور پودوں کے حقوق کی بات

کرتے تھے اور سگریٹ نوشی کے خلاف مہم چلاتے تھے، لیکن اپنے مخالف لوگوں کو بھٹیوں میں جلاتے تھے۔ اس کے مطابق امریکی تاریخ میں لبرل فاشزم روز ویلٹ اور برطانوی تاریخ میں وڈرو ولسن کے زمانے سے شروع ہوا جس میں انہوں نے طاقت کے زور سے اپنا لائف سٹائل پوری دنیا پر نافذ کرنا شروع کیا۔ سب ہماری طرح پہنو، ہماری طرح کھاؤ، ہماری طرح الیکشن کراؤ، ہماری طرح مذہب سے چھٹکارا پاؤ، ہماری طرح جنسی اخلاقیات رکھو۔ یہ فاشزم کینیڈی سے جانسن اور بل کلنٹن سب میں موجود تھا اور آج کے جان کیری اور ہیلری کلنٹن کے معاشی نظریات میں بھی نظر آتا ہے۔

لیکن کوئی ان سب لوگوں کو گالی نہیں دے گا۔ کوئی خالد احمد ان کے خلاف کالم نہیں لکھے گا۔ اس لیے کہ یہ سب لوگ انگریزی بولتے، انگریزی لکھتے اور انگریزی پڑھتے تھے اور ہیں۔ لیکن میرے جیسا رجعت پسند تو بدتمیز اردو میڈیم ہے۔ لیکن کیا کروں مجھے حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ جب پچاس سال عرب ممالک پر سیکولر اور لبرل ڈکٹیٹر مسلمانوں پر ظلم کرتے رہے تو یہ سب دانشور انہیں مسلمان حکمران لکھتے تھے۔ اس لیے کہ اس طرح اسلام کو بدنام کرنے کا ایک جواز ملتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان سیاسی پارٹی جمہوریت کے ذریعے الجزائر میں برسر اقتدار آجائے تو ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ یہ اُسے دہشت گرد بنانے پر تُل جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں بھارت میں الیکشن جیت کر اگر کٹر دہشت پسند ہندو مذہبی انتہا پسند پارٹی بی جے پی برسر اقتدار آجائے، 12 سال حکومت کرے تو جائز لیکن اسلام کے نام پر کوئی ووٹ مانگنے نکلے تو شدت پسند۔ ان کو لبرل ازم سے دلچسپی ہے نہ سیکولر ازم سے، انہیں صرف ایک چیز سے نفرت ہے اسلام سے، اُس کی اقدار سے، اُس کی علامات سے۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

بانی تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ
کی سیرتِ رسول ﷺ پر چند فکر انگیز تصانیف

پتہ: مکتبہ خدام القرآن، 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔
042-35869501-3
e-mail:maktaba@tanzeem.org

النصر لیب

OPG (Dental) X-Ray، Lungs Function Tests ، T.V.S کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

ISO 9001:2000

خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3000 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔ نوٹ لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور
Ph:3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

حلقہ پنجاب شرقی عارف والا کے زیرِ اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع

9 جنوری 2011 بروز اتوار حلقہ پنجاب شرقی کے زیرِ اہتمام جامع مسجد جامع القرآن حویلی لکھا میں ایک سہ ماہی تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز صبح 10 بجے ہوا۔ سب سے پہلے سٹیج سیکرٹری (راقم الحروف) نے عبداللہ سلیم کو درس قرآن کی دعوت دی۔ انہوں نے سورۃ ق کی آیات 15 تا 30 کا درس دیا۔ بعد ازاں ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان اظہر بختیار خلجی نے رفقاء سے تعارف حاصل کیا اور انہیں سالانہ اجتماع 2010 میں امیر تنظیم اسلامی کے اختتامی خطاب میں رفقاء کو دیئے گئے اہداف کی یاددہانی کرائی۔ چائے کے بعد قاری یٰسین نے ''حقیقت دنیا'' کے عنوان پر درس حدیث دیا۔ اس کے بعد نماز ظہر کا وقفہ ہوا۔ بعد ازاں راقم نے غلبہ دین کی جدوجہد میں عزیمت کے مینار کے موضوع پر بیان کیا۔ آخر میں امیر حلقہ محمد ناصر بھٹی نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور سورۃ الصف کی آخری آیات کی روشنی میں انہیں یہ پیغام دیا کہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اپنے اوقات کی قربانی کے ساتھ ساتھ اپنے اموال بھی غلبہ دین کی سربلندی کے لئے خرچ کرتے رہیں۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا ہوا، جس کا اہتمام منفرد اسرہ حویلی لکھا کے رفیق محمد نسیم قطب نے کیا تھا۔ اللہ رب العزت ان کے اس انفاق کو اپنی بارگاہ شرفِ قبولیت دے۔ سوا تین بجے یہ سہ ماہی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں 22 رفقاء اور 14 احباب نے شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ ہماری یہ محنت کو قبول فرمائے اور خدمت دین کے لئے مزید ہمت و حوصلہ عطا فرمائے، اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین) (رپورٹ: عابد حسین)

تنظیم اسلامی شاہدرہ/فیروز والا کے زیرِ اہتمام دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی شاہدرہ/فیروز والا حلقہ لاہور میں شامل ہے۔ تنظیم معمول کے دعوتی و تربیتی پروگراموں کے علاوہ خصوصی محافل بھی منعقد کرتی رہتی ہے۔ شاہدرہ میں واقع عروسہ میرج ہال میں تنظیم کے زیرِ اہتمام طویل عرصہ سے باقاعدگی کے ساتھ ''درس قرآن'' کی محفل ماہانہ بنیاد پر منعقد ہوتی ہے۔ درس قرآن راقم الحروف کے ذمہ ہے۔ تاہم گاہے بگاہے تنظیم کی مرکزی قیادت سے تعلق رکھنے والے زعماء کو خصوصی دعوت دی جاتی ہے، تاکہ تنظیم کی دعوت کو زیادہ مؤثر طریقے سے متعارف کرایا جاسکے۔ اِسی مقصد کے لیے ماہ جنوری میں مرکزی ناظم نشر و اشاعت جناب مرزا ایوب بیگ کو عروسہ میرج ہال میں خطاب کے لیے مدعو کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے کیا گیا۔ یہ سعادت مولانا اللہ دتہ نے حاصل کی۔ بعد از تلاوت مولانا افتخار احمد نے نعت رسول مقبولؐ سے شرکاء کو شادکام کیا۔ پروگرام کے سٹیج سیکرٹری اور فیروز والا کے سینئر رفیق تنظیم سید اقبال حسین کی صاحبزادی نے بھی خواتین انکلوژر میں نعتیہ کلام سنایا۔

روک لیتی ہے آپؐ کی نسبت — تیر جتنے بھی ہم پہ چلتے ہیں
اب کوئی کیا ہمیں گرائے گا — ہر سہارا ہمیں گلے لگائے گا
ہم نے خود کو گرا دیا ہے وہاں — گرنے والے جہاں سنبھلتے ہیں

نعتیہ کلام کے بعد ''قومی یکجہتی کا فقدان کیوں؟'' کے موضوع پر جناب مرزا ایوب بیگ نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ قیام پاکستان کے ذریعے مسلمانوں کو اسلامی نظام حیات کو قائم و نافذ کرنے کا موقع ملا، جسے بحیثیت قوم ہم نے ضائع کردیا۔ ملک کے مقصدِ وجود سے پہلوتہی، روگردانی اور انحراف ہی قومی یکجہتی کے فقدان کا اصل سبب ہے۔ بانیٔ پاکستان قائداعظم اور مفکر پاکستان علامہ اقبال نے برصغیر میں اسلامی ریاست کے قیام کا بنیادی مقصد ہی اسلام کے نظامِ عدل کا نفاذ تھا۔ قائداعظم نے 25 نومبر 1947ء کو کراچی میں خطاب کے دوران کہا تھا کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی شریعت نافذ نہ ہو، ایسے لوگ ملک کے دشمن ہیں۔ انہوں نے ایسے لوگوں کو ''تخریب کار'' کا نام دیا۔ اِس وقت کراچی سمیت پورا ملک فساد اور قتل و غارت گری کا میدان بنا ہوا ہے۔ یہ سارا فساد اسلامی نظام حیات کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ مختلف زبانوں، تہذیبوں اور نسلوں کے حامل صوبائی یونٹوں میں ہم آہنگی اور یک رنگی لانے کے لیے صرف اور صرف اسلام کا رشتہ ہی مؤثر قوت بن سکتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہم اسلام کی طرف پیش قدمی کرنا نہیں چاہتے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے پاکستان کی سلامتی کو سخت اور ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور قومی و ملی وحدت پارہ پارہ ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ ریاستی سطح پر اسلامی شریعت اور اسلامی قوانین کو نافذ کیے بغیر ملک کی خوشحالی اور استحکام کا خواب خودفریبی کے مترادف ہے۔ مرزا ایوب بیگ نے کہا کہ فروعی اور معمولی مذہبی اختلافات کو ہوا دے کر دین اور اہل دین کو بدنام کرنے کی ریاستی سطح پر سازش عرصہ سے جاری ہے۔ تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں ترمیم کے حکومتی عزائم نے ملک کی دینی جماعتوں کو متحد کردیا ہے۔ ناموس رسالت کے حوالے سے دینی جماعتوں کا یہ اتحاد خوش آئند ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی طبقہ اور علماء کرام اس جذبہ کو بروئے کار لاکر ملک میں شریعت کے نظام عدل کے نفاذ کے لیے سرگرم عمل ہوجائیں۔ ملک میں رائج ظالمانہ نظام اور منکرات کے خاتمے کے لیے منظم تحریک برپا کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ خدانخواستہ اگر ایسی تحریک جلد منظم نہ ہوئی تو ملک کے معاشی حالات کی ابتری خونی انقلاب کا پیش خیمہ بن جائے گی۔ جو ملک و قوم کے لیے نہایت خطرناک ہوگا۔

مولانا اللہ دتہ کے دعائیہ کلمات سے اس فکر انگیز پروگرام کا اختتام ہوا۔ پروگرام میں مرد حضرات کے ساتھ خواتین کی بڑی تعداد بھی شریک ہوئی۔ تنظیم اسلامی شاہدرہ کے امیر ڈاکٹر محمد عابد بٹ، ناظم بیت المال محمد اشفاق اور دیگر رفقائے تنظیم نے مہمان مقرر کو احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ (مرتب: نعیم اختر عدنان)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے ڈپلومیسی اینڈ سٹریٹیجک اسٹڈیز کے لیے دینی مزاج کے حامل پڑھے لکھے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ:

042-38601675 / 0321-4317204

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تعلیم ایم اے اسلامیات ادارہ الہدیٰ سے ترجمہ قرآن کورس اور دیگر شارٹ کورسز کر رکھے ہیں، کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار، لاہور کے رہائشی اور ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-7000070

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4333438

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم ACCA، برسرروزگار کے لیے لاہور کی رہائشی فیملی سے نیک سیرت، خوبصورت، تعلیم یافتہ (کم از کم گریجویٹ) لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-37115385

☆ فیصل آباد کی آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم ایس سی، بی ایس سی انجینئرنگ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0336-4567391, 0334-6526328

☆☆☆

problems came to an end and it became just as Allah said in Surah *Yaseen*: "It was no more than a single mighty blast and, behold, they were like ashes, quenched and silent." We saw that happened in France, Russia, China, Cuba, Iran and, more recently, in Kyrgyzstan and Tunisia. Our public must also realise that they are not cattle to be herded and beaten at the will of cruel rulers. They have brains to think, eyes to see, ears to listen, feet to walk and arms to protect and defend themselves.

Here is a story told by Shaikh Sa`di, which should be an eye-opener for all of us. A man saw a fox bereft of the use of its legs. He wondered how the animal managed to survive. Then he saw a tiger with a dead jackal in its mouth. After eating its fill, the tiger left the carcass, which still had some meat on it. The fox dragged itself out of its hiding place and ate the remains. The next day, the fox was again provided food by the Almighty in a similar manner. The man thought that he saw the light of true knowledge and reflected: "I will sit here like an ant, for the elephant's position is not gained because of its might." So he sat in silence waiting for his daily food to come from the invisible. Nothing happened, and soon he was reduced to skin and bones. He heard a voice coming from a mosque saying: "Go, O false, invalid one! Be the ferocious and rending tiger and behave not as a paralytic fox. Exert yourself like the tiger so that something may remain from you for the needy ones. Why, like the fox, appease your hunger with the remains. Eat of the fruits of your own endeavours, strive like a man and relieve the wants of the needy."

The Almighty has said in Surah *Hood*: "There is no moving creature on earth but that its sustenance depends on Allah. He knows the time and place of its definite abode and temporary deposit. All is in clear record." In Surah *Ankabut*, it is said: "How many are the creatures that carry not their own sustenance? It is Allah who feeds (both) them and you for He hears and knows (all things)." Allah has also very clearly warned us in Surahs *Anfa`al* and *Ra'd* that he never changes the condition of a people until they change it themselves.

The moral of Sa`di's story, and of my telling it, is to make people aware of their self-respect and their rights. They should not behave like a herd of cattle or the paralytic fox, but must like a proud, brave nation. They, especially the young generation, should not sit idle and accept the rotten system (i.e., corruption, unemployment, inflation, load-shedding, and scarcity of edibles), but should stand up and demand their rights, by force if necessary. It is their duty to save Pakistan from disintegration and destruction. (*Courtesy: daily "The News"*)

بانئ تنظیم اسلامی و داعئ تحریک خلافت پاکستان

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے

2004ء میں دورۂ انڈیا کے دوران دیئے گئے خطبات کا مجموعہ

خطباتِ ہند

1 امت مسلمہ کا ماضی حال اور مستقبل
2 امت مسلمہ کے لیے تین نکاتی لائحہ عمل

1 عظمتِ قرآن
Duties of True Momin 2
(English)

1 نجات کی راہ
2 نیکی کا قرآنی تصور

1 حب رسول ﷺ کے تقاضے
2 نفاق کی حقیقت

1 ایمان اسلام اور اللہ کی راہ میں جدوجہد
2 حقیقت واقسام شرک

1 برصغیر میں دعوت اسلام کے لیے مواقع
2 راہ ہدایت: ایمان کے ضمن میں فطرت اور عقل کی راہنمائی

1 خلافت کی حقیقت
2 خلافت کا معاشی نظام
3 اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام
4 ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے انٹرویو

7DVDs پر مشتمل سیٹ کی قیمت 350 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-35869501-42-92+
ای میل: maktaba@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org

Dr Abdul Qadeer Khan

SURRENDER IS NO OPTION

Late last year in Kyrgyzstan, and just recently in Tunisia, the masses had had enough of their corrupt, tyrannical rulers. They came out on the streets and managed to overthrow their rulers, who barely managed to flee for their lives. These events have given a ray of hope to the suppressed people in Algeria, Egypt and Pakistan. The reinstatement of the 4,000 sacked employees of the KESC has just shown what people power can do. The history of dictators is the same all over the world --- they never leave peacefully or willingly.

It was July 1977, when an ungrateful and ruthless dictator had just staged a coup and became king of all he saw. In those days, I used to stop at Aabpara market on my way back from the office to buy fresh fruits and vegetables. One day, a man came to the shop and said to the vegetable-seller: "Have you heard that Zia-ul-Haq has announced that he will hold elections within 90 days and will hand over power to the elected representatives?" The shopkeeper smiled and said: "Zia-ul-Haq has become the absolute ruler; he has tasted power and will never give it up easily." I was surprised at the understanding and foresight of the vegetable-seller.

Dictators are either taken care of by nature or are forced to flee by angry masses. Countries like Libya, Egypt and Algeria are ruled by individuals with no trace of public participation in governance. Opposition is ruthlessly crushed. Unfortunately, dictators never learn from history. More often than not, they leave in disgrace, to die and be buried on foreign soil.

The Almighty has declared it an unforgivable sin for someone to despair and lose faith in Him. It has been mentioned in Surah *Yusaf* that when the Prophet Yaqub asked his sons to go and look for their two brothers, Yusaf and Bin Yamin, he told them not to despair, as only non-believers lacked faith in the benevolence of Allah. Allah does sometimes put people to hardship to test their mettle and their faith in Him. In Surah *Baqara*, the Almighty has warned us: "Be sure, We shall test you; with fear and hunger, some loss in goods or lives or the fruits of your toil; but give glad tidings to those who patiently persevere and say, when afflicted with calamity: 'To Allah we belong and to Him is our return."

The path to betterment and relief is always open as Allah is most Merciful and most Benevolent and He has a solution to all problems. Those who have unflinching faith in Him always succeed. Our history is full of golden examples of many such episodes. In Surah *Alam-Nashrah*, the Almighty said: "So verily, with every difficulty there is relief. Verily, with every difficulty there is relief." Starting from Adam we have numerous examples where relief was given after severe hardship.

I have mentioned these Surahs because the public is in severe distress and losing hope due to the prevailing system of corruption, unemployment, inflation, and load-shedding. They believe, unfortunately, that there is no relief in sight. The problem is that the nation has become psychologically depressed and given up all hope. They must realise that such calamities also befell other nations, but once they revolted against dictators and tyrants, their